

جند قابل مطالعہ کتابیں

80/۰	ڈاکٹر محمد حسین (گامسکر)	اردو کہانی اور ان کے شاعری و نثر کی پہلو (تحقیق)
70/۰	ڈاکٹر سید محمد عیسیٰ	عزل کے نئے حیات (تقدیم)
60/۰	ڈاکٹر فضل امام	اتحاد نگار خوش
70/۰	مناک ٹالا	بریم جید - کیونے مہات
70/۰	مرتضیٰ دیکھ حیلانی	عزیز مسافر کے خطوط
60/۰	ڈاکٹر فضل امام	ایس شخصیت اور فن
40/۰	مکار نیازی	میراجی شخصیت اور فن
40/۰	ڈاکٹر شہزاد	ن م راشد، شخصیت اور فن
50/۰	مکار نیازی	گوگال، فن، شخصیت اور فن
25/۰	ڈاکٹر حامدی کامیابی	حرف بار، اقبال کا مطالعہ
70/۰	ڈاکٹر مظهر حسینی	تقدیم، اتحاد
40/۰	ععیل احمد	اردو ناول اور تقسیم ہند
50/۰	ڈاکٹر محمد السار دوی	مئی تحریک
40/۰	ڈاکٹر امام اللہ خان شاہین	تخلیق و تقدیم
30/۰	ڈاکٹر سلمان الطہر جاوید	عمر محمدی، اول نگاری
50/۰	حاجہ عبد العزیز	طریقہ و مروج کا تقدیم کاثرہ
45/۰	ڈاکٹر سلمان الطہر جاوید	اُردو ساعری میں اشاریت
50/۰	ڈاکٹر درویش احمد کاظمی	اُردو میں طویل نظم نگاری کی شرات اور ارتقا
30/۰	ڈاکٹر مریش	ادب کی مگر
36/۰	ڈاکٹر سلطان اعظمی	ملائش و تعبیر
40/۰	ڈاکٹر درویش ملوی	اسے چارے لوگو
38/۰	پروین بیس مطہر صلتی	میرے سال میں
30/۰	مرصد، صعدہ و دود	مصائب ڈاکٹر محمد الودود
125/۰	ڈاکٹر محمد حبیب راہی	ڈاکٹر مظهر حسینی حیات و شخصیت اور کارنامے

کر لٹا ایک ترلرل سے محیط دوراں (۱۵) کر لٹا زمیں سرمایہ پہ ہے برقی تپاں
کر لٹا ہل سے سرست آوارہ اداں کر لٹا حرارت ادا سے پیش سلطان

کر ختی سوز یہاں کا شست سین کر سکتی

کر لٹا تاج کو ہر داشت سین کر سکتی

حبیب اس ملک یہ آتی ہے دھڑا تلوہ (۱۶) دوش مساں پہ ہے حبیب حتم تہ نگار
حبیب اقدار سے اسراں میں گرم بیکار کر لٹا لٹا ہے بھیت گی ۔ مرکز ستوار

کوئی کہہ دے یہ حکومت کے گھماؤں سے

کر لٹا اک ادنیٰ جنگ ہے سلطانوں سے

کہہ لے یہاں سے کون ۔ ادا ر مروت (۱۷) کہ سن امرو ہے امرو فرداے ۔ دوش
کس کی یاد یہ سداے کہ سداے علموت میں نہیں اس مانی لول ۔ سدا حوش

بخت و آب مر مر مر مر اداوں کو

اں احکاڈا میں مولی ہولی حواریں کو

کر لٹا سر مل معرہ ران سے اس تک (۱۸) کر لٹا گوش بر آوار یلاں سے اس تک
کر لٹا مستطریف تنکاں سے اس تک کر لٹا غائب اسان کراں سے اس تک

داد غم ایک بھی ماں مار ہیں دیتا ہے

کولی آ ۔ پہ آوارہ ہیں دیتا ہے



کرلا اب بھی سر وقت پہ لہراتی ہے (۹) دلف کی طرح حیالات یہ مل کھاتی ہے
عاشی مات کو جس وقت کہ چھاماتی ہے دل ریٹے دھڑکے کی صدا آتی ہے

کبھی طلعت میں خور کو داما یک جاتا ہے

ایک قدر آن لندی یہ نکلے آتا ہے

اب بھی اک سمت اٹھا نظر آتا ہے (۱۰) بیاباں چید کھمے سر نظر آتی ہیں یہاں
ایک گوشے میں ہے گوئی ہوئی آوار اداں اک بھر مرا ہے یہ دس وصالیر غلطاں

چند مائے نظر آتے ہیں حسراں اب بھی

ایک دیکھ کر کی تھکا رہے کر راں اب بھی

کرلا کے ریح رنگیں یہ دمک آتا ہے (۱۱) اسکے در کے سوسے تیتوں میں کھکڑ بھجے
کل کی ری ہوئی دلی کی تھک آتا ہے ایک تہا کے ہرے کی تھک آتا ہے

کچھ گریباں نظر آتے ہیں مصایاں بھی

ایک تھولا متحرک سے ہوا پر اب بھی

کرلا سر سے کس مارو کے جاتا ہے (۱۲) وسعت ارض و سماوات یہ چھاماتی ہے
تہہ احساس سے فولاد کو بر ماتی ہے ترو تیر کو ماسر میں بہیں لاتی ہے

جڑا کے میرے یہ دو عالم کو ہلا دیتی ہے

کرلا موت کو دیوارہ سا دیتی ہے

کرلا اب بھی حکومت کو مغل سکتی ہے (۱۳) کرلا تخت کو تلودوں سے مسل سکتی ہے
کرلا امار تو کیا، آگ یہ جل سکتی ہے کرلا وقت کے رخا رہے کو دل سکتی ہے

کرلا قلندر فولاد سے حسرا روں کا

کرلا ام سے جلتی ہوئی تنواروں کا

کر لیا اب بھی ہے اک ہوش و مانگا را (۴۵) اپنے پالی میں لئے آگ کا حولاں آرا
 روق و آتش کا اُلتا ہوا اکٹ فوارا ایک مڑتا سوا حوں سہدا کا دھارا

دنگ اڑتا نظر آتا ہے حساں داروں کا

میسو رستا ہے یہاں آج بھی تلواروں کا

کر لیا آج بھی ہے ایک لٹکا مار پنگار (۴۶) ہے کوئی بیرونی اس حسی پر ہتیار
 قصر ماصر میں یریدوں کا ہیں کوئی تمار تم مقلوں یہ دور ابو جو، شعلہ اشعار

شور ماتم میں کہیں تیغ کی جھکا رہیں

لب پہ الے میں مگر اٹھ میں تلوار نہیں

کر لیا میں سے وہی تعلق متانی اٹک (۴۷) آگ کی موج ہے تلوار کا یا الی اٹک
 تشنگی میں ہے وہی دملہ جکالی اٹک میلوں کی سے وہی درمہ حوالی اٹک

ر نے ماحول یہ اکوں کی وہ جمع نہ تھی

میرے سونے سونے تیروں کی گنت ہے اب بھی

کر لیا میں اثر ماع حساں آج بھی ہے (۴۸) لوئے احساس میا حساں آج بھی ہے
 حس برنجی حوس کماں آج بھی ہے صغ ماتود کی گل مانگ اداں آج بھی ہے

اک یڑا سرار جوتی ہے نیا فتاں اٹک

صغ کے دوست یہ ہے تمام عرباں اٹک

اب بھی گورہ صوب کی تہذیب رہی نہ تھی ہے (۴۹) سوں ماگ شراووں کی روماتی ہے
 بھر بھی دروں سے موالعل دگر جیتی ہے دہلی سیرت تیز ہے سرد مھتی ہے

دنگ رجسارہ تاریخ بکھر ماتا ہے

لب پہ حاکم حسین اس علی آتے

آپ باطل سے دیکھتے ہیں تو باطل کا کیا کام
مائیے نیٹے ملت میں ملے تو تم امام (۴۰)
آج کو امی حسیں امی ملے سے کیا کام
نوٹے دولت سے ہے تہن گل دم

حمد کو مترے میں نہ معلوم شائے ایسے

ایک حیرت کے حمارے کو اٹھائے پیرے

آپ کا آل محمد سے جُدا ہے دستور (۴۱)
آپ کا شعل ہے کوئی تو نقطہ شعاع
قائل خود ہیں سبلی تیرے صدور
تیرے کیر دی سیر صرا بلا مطہر

آپ و نامہ دور سے ہو اسے پیر

دوش پر کعب ہے سید میں مسما ہے یہا

قوم وہ قوم ہے حاکم کی سوال سے (۴۲)
راہ ہے مائل تو حیات بھی پامالی ہے
دیر ہے روح قدس کی نقان سے
بہ عمل قوم کی ترات ہیں تو والی سے

رحمت کے وقت کی ہیں ماریا ہے

وین کو آپ نے کعب میں یاد کھا ہے

آپ باوقار ہیں بڑی ہمت و عید (۴۳)
دل میں قاتل کے خواب ہوئے تیرے وارید
آپے اک قعل میں اور قعل بھی گم کر دیکھ
دلوں خست حسیں اور ہوس قریب وید

سور خوار کے ہیں ہلکا وچر حمار کے ہیں

آپ مجلس کے مسلمان ہیں میدان کے ہیں

ایکے دھوکا ہے بکاٹ میں اگر لاک ہیں (۴۴)
قلم برق کا انکوں میں دھما جاک ہیں
بوسل آئے جس ماگ سے وہ ماگ ہیں
جیسا پانی تو سے موج و منگر آگ ہیں

چکیاں لے لے ہو میں تو سوالی کیا ہے

آگ کی جس میں۔ ٹیل ہو وہ یاں کیا ہے

مدن تعلقہ حوالہ ہے فکر اور ہسیں (۶۵) موت کا گھاٹ ہے یہ مصر کا بار بار ہیں
ایسے آفاقی تاشی پہ حوطیہ ہسیں رہ رہ رہے گا وہ اسماں سر اور ہسیں
خوہیسی بھی ہے اور موت بھی ڈتا ہے

ہاں رہ رہ رہی ہسیں ار مٹی کرتا ہے

حملہ حب نگہ علم کو ٹھکراتے ہیں (۶۶) ملما، دریں کو حب یہ بچ کے کھا جاتے ہیں
سعد دولت والی پہ حیاتراتے ہیں خوہیسی ہیں وہ میاں میں نعل آتے ہیں
دھیاں داسی دولت کی اٹا دیتے ہیں

ماد مصر کو چراغوں یہ بکا دیتے ہیں

مرد وہ ہیں، یر ماہل خوشتر دیتے ہیں (۶۷) حق حواماٹے تو دل و جان دھک دیتے ہیں
تیر سا کھالی تو یوسف سا میرتے ہیں مات بعت کو ٹوہاتے ہیں میرتے ہیں
آتش مرگ میں بے خوف دھک دیتے ہیں

آیہ آتی ہے حوررت یہ تو مر جاتے ہیں

سور مافقہ ماہل کو دیا دیتے ہیں (۶۸) خون دیکھے ہوئے دزدوں کو لیا دیتے ہیں
اپی گودوں کے حیراغوں کو بچھا دیتے ہیں ایسے جیادوں کو ادھیروں میں مل دیتے ہیں
مثل سمیر حویعہام مل دیتے ہیں

ایسے ہی لوگ دماے کو دل دیتے ہیں

میں یہ پوچھوں حرحا ہوتی نقاں کرام (۶۹) کر لرتے تو ہیں آپ حصور حکام
آپ سرکاریں تھکے تو ہیں ہر سلام آنکھ تاروں سے ملاتے ہیں ساما زام
دانے کتی تو ہیں آپ کی مارا دوں میں

آپ کارنگ تو اڑتا ہیں درباروں میں

خونے توں میں خود لبروں کے سیسے آئے
 جمدیا ہے جو بھو موت کا پیسے آئے
 (۶۰) شہ زادی کو پیسے یہ پیسے آئے
 مہی آقا فی المیس ہو سس تھڑے گئی
 فقر ک عمر سے ستای کی کر ڈٹ گئی

وہ لستق پہ تسلیم واہی ۔ رہی
 (۶۱) شہ زادی کی وہ مست مہا ہی ۔ رہی
 ذوق بیعت کی علویں وہ تہا ہی ۔ رہی
 تاؤ مکیوں یہ جوڑتی تھی وہ تہا ہی سد ہی
 ختم قیسری و مر کبانی ۔ رہا
 بیاس کی دھوپے تلوار میں یانی ۔ رہا

اللہ اللہ جہاں کو حسبی اصحاب
 (۶۲) جس کے دریائے سخاوت میں نہا لہ قراب
 اکثر داس مظاہر کا ہیں کوئی خواب
 وہ لڑکس کی حوالی یہ رٹھایے کا تاب
 دووں ہاں مار تھے دووں ہی حری کیا کہا
 متعل ستام دچراغ محمدی کیا کہا

قطرۂ دل میں لئے ایک سمد تھے حسین
 (۶۳) دانت واحد میں پیٹے ہوئے شکر تھے حسین
 دیر آداب رفاقت کے بھر تھے حسین
 ہاں دیے کو حب آئے تو ستر تھے حسین
 سر فرستوں کے یہاں آج بھی جم ہوتے ہیں
 ایسے اسان رسوں میں بھی کم ہوتے ہیں

جیت حسین قوم کا سلطان ہوا یا اسان
 (۶۴) وہ رہے حسد یریتاں مغل جیراں
 نہ تسوار تر گئیں، نہ دیکتے ارماں
 حکمی آکھیں فقط ماد ہوں پیسے دیراں
 ہمت و حرات دایتار و دنا کھ بھی ہیں
 ذکر مولا یہ کراہوں کے سوا کھ بھی ہیں

اللہ زندہ میدان میں تقسیم امام
یوں مرتب تھا جسٹک پہ تاداب کلام (۵۵) مرم لہجے میں کہتے ہوئے فردوس کے عام
عادۂ دینی یہ جس طرح سوت کا حرام

مات میں لہریہ ایس تشہ لہی آتی تھی

لوئے اعاس رسول مرنی آتی تھی

دہس ہرے تھے خطامت نہ ہوئی ارادہ (۵۶) دس کی لوحوں کو کھلا حد کے کیا پھر
طل پرچوٹ یڑی دشت ہوا دیردہ مادھولی آل محمد سے بھی مرنے یہ کمر

بھر تو اک برق تپاں عاسب اشرا علی

ہ علی مات تو پھر دھوم سے تلوار علی

دس میں ہر جید کہ تھا مدد یقصر دم (۵۷) شکر دودم مدد طوطہ دہ غب و حتم
دشہ و حرد تیر و تردیع و علم لاکھڑائے محمد کے لہا سے کے قدم

سہ اترار سے میدان و عایاٹ دیا

یتیم نراں کا رگ ہاں سے غلا کاٹ دیا

یوں جلتی قلم شکس تشہ لہاں (۵۸) ختم گیا شور ہوا، رگ لگی بس طواں
اکسار دل شیرے وہ کی خو کاں ہاتھ ہر مہ سے علی آئی فکتر کی رماں

یشہ دحلہ طعیاں ستم ٹوٹ گیا

اؤ بھرائی تو گرداب کا دم ٹوٹ گیا

ساح لے آل محمد پہ خور و کایانی (۵۹) بیاس کے امر سے یوں ٹوٹ کے رہا پانی
سے دھڑک قصر حکومت میں درآیا پانی ہو گیا سرے شہشاہ کے ادبیا پانی

ساح داری منع اور گئے نگیں ڈوب گئی

آسماں سے خولڑی تھی وہ رہیں ڈوب گئی

حکرم رمل، ہن ملے، مستمع توں ⑤ عاود خود و کرم، واد اقدار دامید
 موت کو گرد قدم مل رہی وہ مقول حاتم حق کے نہیں، دیں تہادت کے رسول
 مثل خیر حبیب یاس ودا ہوتا ہے
 ایسے سداں ہی کے یروے میں نہ سوتا ہے

مہر شادابی و غیبی غل راہ ۱۱۱ ⑤ حلق تحت، میں ملائے کو چراغ اتمام
 اس تما میں کہ دس میں۔ یقین کو دام حیرت ایک سے حوسق کہ بھلے تھے امام
 میر آفاق مدد ریت دریں آئے میں
 دوزخ تک تو رہا تھا کہ میں آتے ہیں

آپ کیا آئے کہ یعیام بہار آیا ⑤۲ دست رُمہ میں رہا کا گلستاں آیا
 مُردہ دزدوں کی طرف حیرت جیہ ال آیا افق مصریہ گویا مسہ کساں آیا
 سود ماراں میں مدد تاں تعاف آئے
 جس کی عادت سے شہادت وہ ہا دل آئے

آپ کیا آئے کہ میداں سامع نسیم ⑤۲ آبی ہر سمت سے چورس کے بھولوں کی نسیم
 جھک گئے انص و آفاق مرائے تسلیم ایسے سے لگائے کو ٹھہرے امرا نسیم
 ہاتھ پھیلائے ہوئے ماو بہار آئی
 مجھ اٹھئے مار کے بھولوں کی سواری آئی

مرم ارواح میں سچی خوشی آوار ⑤۳ تو میں پراتر آئے حوسق تھے مزار
 مصطفیٰ جھک گئے سحرے میں ماورائے گدار فاطمہ سے یہ صدا دی کہ تری عمر درار
 ہل گیا عرشِ معنی وہ ملاطم آیا
 لب قدرت پہ اک اسرودہ قسم آیا

پھر بھی مانتے کا پیڑ جو گرا دیتے تھے (۲۵) پہل میں دیکھو سوے سورج کو بھادیتے تھے
جاگرتی دھوپ کے آگن میں کھلا دیتے تھے تو یہ رکھتے تھے قدم بھول ما دیتے تھے

مٹ چکا آج بھی حبیبیاس میں لڑائی تھی

بھر خری کو تر و تسیم کو آحسانی تھی

انہی حدت میں بھی آہنگ مستان تھے حسینؑ (۳۷) آب و رنگ ہیں دام پہاں تھے حسینؑ
کتھت آیر رسات کے گہاں تھے حسینؑ فرق سے اما قدم موس ہا رہیں تھے حسینؑ
محکوم کر حرج یہ قتل سے گھٹا آتی تھی

ہاتھ کھتے تھے تو حنت کی ہوا آتی تھی

برم اعمال میں تمیر مفضل تھے حسینؑ (۳۸) طاعت متعل و عمدہ میل تھے حسینؑ
تاہر گل دن محلہ مستل تھے حسینؑ ادوی بخندہ و اسان مکمل تھے حسینؑ

سایہ ترانہ میں بھی یہ سدا دیتے تھے

اتہا ہے کہ قاتل کو دُعا دیتے تھے

مصر قتل میں خواب یہ کہاں تھے حسینؑ (۳۹) مرد کا مردہ لوجہ داماں تھے حسینؑ
صبح السردگی تمام طوماں تھے حسینؑ کوشریشہ و باں، حندہ گریاں تھے حسینؑ

دست فریادیں گل لگاتر تھے حسینؑ

یل آہ کے ہوئوں کا تسم تھے حسینؑ

ارتش نوح ستر خراب و حد تھے حسینؑ (۴۰) معرود مستد و اشرف و امد تھے حسینؑ
سکہ کرتا تھا مدھر کعدہ و معد تھے حسینؑ نقطہ بختگی فکر محسد تھے حسینؑ

یہ۔ ہوتے توفیقیں صیہ گماں ہو جاتا

آخری سطلہ یعیام دھواں سو جاتا

تیا کاموں کو پلاتا ہے جواب شیریں ④ کشائے کسی مصر کو جو کیف، تمکین
مصر مردہ متبائناں سے جو تھکائی ہیں اس کی سرکار میں خود مرمت تھکائے ہیں

اچے مالوے خود کھیوں کو مسئلہ لیتا ہے

اس کو اللہ یکے سے لگا بتا ہے

جسکی ہر ساس ہواک و لولہ خیر نام ⑤ یہ جسکی ہولہ یوں کی محنت میں حرام
جادوہ قدرت اسماں پہ جو ہو گرم حرام اس اٹوئی مشرت پہ درد دادہ مسلم

ماں ادوا اٹوہیت اسماں تھے حسین

ہاں اسی جادوہ قدرت ہے حراماں تھے حسین

تلائے دھوپ میں حراقت کر مکتارتے تھے ⑥ ہائے کیا دل تھا اھیں چھاؤں میں بھٹاتے تھے
دادہ احساں کی ملتی تھی تو تھراتے تھے تشہد دیکھ کے دس کو ٹیپ مٹاتے تھے

دست بے آب میں کوثر کی مدائی تھے سینا

کشت اسماں پہ رستا ہوا یابی تھے حسین

چترہ دل دسکا، دھلہ خود و احساں ⑦ مصلح صبح جہاں، عزت نوح اسماں
لنگر کشتی حق، باشہ حکم یرداں ⑧ حادہ حسد دلاں ادم بھر سلطان

عابد صدق و صفا، دادہ ایثار حسین

کل جہاں قافلہ و قافلہ سالار حسین

جسم مہاک میں تھا پر تو روئے سے تیر ⑨ ساس لیتے تھے تو چھٹا تھا حکم میں اک تیر
رقن حوالہ کی تھی نوح ہوا میں تاثیر ⑩ اور اس نقطہ قدرت پہ کھڑے تھے شیر

کہ جہاں دھوپ کچھ اس طود سے راتی ہے

سید روف سے بھی آنکھ لکل آتی ہے

پھر تو کھل جائیگی یہ بات کہ بے حُثِّ اِمام (۳۵) سے دوستی تو دوستی دشمنی ہے تیار خواہ
دل ہے بے سورت تو پہل میں طواف و اجرام

اس کو سرکارِ دو عالم کے پیغام آتے ہیں

جو ترے وقت میں اماں کے کا آتے ہیں

ات تو حُثِّ کسی فرد سے دُشْت ہے (۳۶) دوست تو دوستِ دشمن ہے بھی محبت ہے
دل ہیروں صاف کلام کا کہ درت ہے عقل کی ہے یہ محبت کہ عداوت نہ ہے

شہرِ عدت میں مردِ محسوم و دربر ہیں

صحت فکر اگر ہے تو کوئی عیسر ہیں

اپنے یاروں کی محبت سے سراجِ اماں (۳۷) آپ بھی اپنے رفیقوں پہ ہیں گورِ اُشّان
دل سے تھا ستر بھی ایسے رفقا پر قرباں آپ اور ستر ہیں اس صلح پہ مائل یکساں

ماں خود دل میں چھپت مژد کھل جائے

آپ کو صلح حسینؑ اس ملی مل جائے

کفر بھی راہِ محنت میں ہے میں اسلام (۳۸) مصرِ معصی ہو دل میں تو عداوت بھی حرام
جو کسی قلب یہ جڑتا ہے شگھیں اکرام کدو ہوتا ہے درِ عرق یہ اس شخص کا نام

حب کوئی عیسر کو بیعِ اماں دیتا ہے

اُٹھ کے ہر دروہ آفاق اداں دیتا ہے

یکساں ہے جسے آہِ اسیراں مل (۳۹) حس کے پیسے میں دھڑکتی ہے صدائے فقر
جسے اعصاب کو ڈٹتا ہے رجِ دردِ گما حس کی تہِ رگ میں کھنکتی سے نگاہِ عبا

تہِ رگ اس کے فرشتوں میں سوا کرتے ہیں

امیاء اس کی رات کی دُعا کرتے ہیں

دے اسامی سے خوشیوں میں روانی آئی (۳۰) عاشقی کو روٹا مر مرہ حیرانی آئی
 آگ در تن کو لے تھاں میں یالی آئی اسے دیکھا تو رہا یہ حیران آئی

اسکی آوارے در اسے ارا کھول دیتے

ظور سے س - یہ اسد سا کھول دیتے

آدمی حاطہ و حیا دایس و قرنی (۳۱) نالت و موتس و در و توی و میر و سعدی
 ضرور و در اسد و صید و شستی یوسم و یوسف و یعقوت و سیل و دس

حطہ حضرت طلاق کا مسہ اسان

اتہا یہ کہ محنت سائبر اسان

آپ کہتے ہیں کہ اند کو مد سے یہاں (۳۲) اد میگا - سے اسان سے ایک اسان
 اس جہالت میں کہاں ظلم مد کا امکان ترطادول سے کہ حاصل موثر کامراں

درا بھی آئی - اند کا طہ کریں

فقط اسان سے اسان کو آگاہ کریں

وہ جس وقت کہ ہو جائیگا اسان آگاہ (۳۳) تو کل آئیگا خود پردہ اسان سے الہ
 و مدت العس و ذائق کو یالے گی نگاہ اور تربیت یہ سے لگی کہ مگر سے گناہ

شود سوگا - رہے کون دھا کا دشمن

بے شک اسان کا دشمن سے مد کا دشمن

دوست یہاں ہے تو اسان کے داس کو چھوڑ (۳۴) اس ہی حل تیں کی طرف ادراک کو موڑ
 دل تو دل ہے کسی پتھر کو بھی تھلا کے - توڑ کہ یہ امداد ہے اند کی و مدت کا بخور

گو قاحت سے بڑی کا فر برداں ہوا

اس سے مد تر سے مگر کامراں دوا

ایک گھوڑے میں تھلایا ہے صائے رسوں (۲۵) لوریاں دی ہیں عہدہ کی جو اسے رسوں
ایک چرواہا ہے لہذا اس کے لئے اسے رسوں
ماک گرداں کی پیسے سے سین بھیجی ہیں

تہ سیں تیرے اساں کی سیں بیل میں
اس کی آوارے مگر اتر مت ادا
ایکے اعلا سے دھار تمدن چتا۔ (۲۶) اس کی بیکوں کی چھک ایں دھماکی مصرا۔
ایکے ادراک کی چھکی میں دو عالم کی نقاب
ماک ہے سرمہ ہر جہاں ہے اساں

دی بیتی عالم میں رہاں ہے اساں
سرہ و شہم دریاں دھل و صرد و صا
مرزا میں و دادی و کوہ و صحرا (۲۷) سب یہ جوئے میں اٹھائے ازلی ستارا
دورہ داحتر و دہرہ رمد و دست و دیا
گرواں و سما کھول رہا ہے اساں

اس جوتی میں فقط بول رہا ہے اساں
آدی صاحب گیتا درور و قدر آں (۲۸) کھر ہے اسکی صاحت تو راحت ایماں
مالی درہ و ذرم، واضح اقوس و اداں
یہ جوئے و ہر درستی و ریائی سے

فقط اساں کی ٹوٹی ہوئی انگڑائی ہے

دورہ دہر میں مگر اہر جہاں ہے اساں (۲۹) حلقہ رعب و جم آہ رواں ہے اساں
جست متیں مکان، روح رہاں تہاں
ماک کوں و مکان، مظم دوراں اساں
ماک اک رمل سک میرے قرآن اساں

اسکی ملک میں علیحدہ فرشتوں کا درود (۲) اسکی سرکار میں جبرلی امیں سرسکود
اسکے اسکار کی پاداش میں شیطان مردود

علاء کو تجھے تھرتی ہوئی حسرت پانی

ماک کی گود میں آیا تو علاء حسرت پانی

یہ شب باہ کی ملک ملک، یہ سحر کا محل راد (۳۱) تب تم کل پہ یہ نویر شعاظوں کا بھار
رقص کرتی ہوئی تنگڑی :- رگوں کی بھول

یلی معصہ کس کا حم دہم ہے اسان

حسن کی تھولی میں صمد سے وہ صم ہے اسان

برم آجیوں پہ مہ دسال بے سیکا ہے اے (۳۲) یاد میں بے متاسیم میں گود جا ہے اے
صرع پیشوں سے تعاظوں بے تراما ہے اے

خوس اپامہ دوزخ تید بے حب گھالا ہے

تب کیسے نور کے مایجے میں اسے ڈھالا ہے

دوتوں دایہ فطرت بے کھلایا ہے اے (۳۳) دودھ صدیوں بے لگا آ رہا ہے اے
کتے پھرے موئے دھاروں بے تریا ہے اے

کتے قروں کی مسقت بے امالا ہے اے

خوں تھوکا ہے عناصر بے تو بالہ ہے اے

ظلمت و نور محل و مار، سرود و غوغا (۳۴) آت و آتش، برف و برگ، سب دوبرا
یا محل کوہ، دواں بہر، برفاں صحر

اس سب اصداد بے مل ملک صدایا ہے

ماک بے کتے حسن کر کے کھایا ہے اے

اس کی آوار علاقہ ہے سُروں کی مثل (۱۵) اس کی بقا برحق ہے زمین کی چھاگی
اس کڑے میں کہ عناصر یہ جہاں گرم مثل معترک فقط اسان ہے اتنی مہسل

اس کے نگوں ہی سے فردوس مثل سے دنیا

دور ک داہمہ لوت و ہسل سے دیا

عسوة رمرہ حبیاں ہے اسی کے دم سے (۱۶) ملک رقصاں و عزت خوہں ہم اکی کے دم سے
دور میں مام بہاراں ہے اسی کے دم سے مستی گردش دوراں ہے اسی کے دم سے

جہر شش شستاں میں سویرا ہو جائے

یہ خواٹھ جائے تو دیا میں ادھیرا ہو جائے

کرۂ ملک ہم مدوش تھا خوب میں سے (۱۷) ظلمت آلودہ غفلت ہے، صیاد خواہ میں سے
تبت تار و کر لالہ قبا خواب میں ہے حکم و خورشید و قمر اس دسما خواہ میں سے

عقدہ سے کون دسکاں عقدہ کتا ہے اسان

اس مہاپے میں فقط ملک دہا ہے اسان

اسکی تخیل کے ملتے میں جہاں رقصاں ہے (۱۸) نعمہ رستے مکاں، دور راں رقصاں ہے
ترنم گیں بلیں امراں ہاں رقصاں ہے انکی انگائی میں رنچ دو جہاں رقصاں ہے

یہ دتیں قمری ہے یہ اسم شمس

انکے اعاس یہ تلتا سے نظام شمس

آدمی فاتح مستقل امراں و احسل (۱۹) آدمی عرمدہ آخسر و مار اول
صاحب قوس و بلال تعلق و اردو حسل آہر جہر و مدہ و بہرہ و ماہیہ و درمل

شرف کعدہ و اعراہ کلیسا اسان

ردگی محل رقصہ سے بلیں اسان

အနောက်ဘက်

संस्कृत-विद्या-पत्रिका

[illegible][illegible]

دستبرداران - دستبرداران

دوستی و ایمان و کرم و سخاوت

۱۰۸

۷

ביתא

خبرگزاری فارس

[illegible]

٧

[illegible][illegible][illegible]

٥

١٢٣٤٥٦٧٨٩١٠١١١٢١٣١٤١٥١٦١٧١٨١٩٢٠٢١٢٢٢٣٢٤٢٥٢٦٢٧٢٨٢٩٣٠٣١٣٢٣٣٣٤٣٥٣٦٣٧٣٨٣٩٤٠٤١٤٢٤٣٤٤٤٥٤٦٤٧٤٨٤٩٥٠٥١٥٢٥٣٥٤٥٥٥٦٥٧٥٨٥٩٦٠٦١٦٢٦٣٦٤٦٥٦٦٦٧٦٨٦٩٧٠٧١٧٢٧٣٧٤٧٥٧٦٧٧٧٨٧٩٨٠٨١٨٢٨٣٨٤٨٥٨٦٨٧٨٨٨٨٩٩٠٩١٩٢٩٣٩٤٩٥٩٦٩٧٩٨٩٩١٠١١١٢١٣١٤١٥١٦١٧١٨١٩٢٠٢١٢٢٢٣٢٤٢٥٢٦٢٧٢٨٢٩٣٠٣١٣٢٣٣٣٤٣٥٣٦٣٧٣٨٣٩٤٠٤١٤٢٤٣٤٤٤٥٤٦٤٧٤٨٤٩٥٠٥١٥٢٥٣٥٤٥٥٥٦٥٧٥٨٥٩٦٠٦١٦٢٦٣٦٤٦٥٦٦٦٧٦٨٦٩٧٠٧١٧٢٧٣٧٤٧٥٧٦٧٧٧٨٧٩٨٠٨١٨٢٨٣٨٤٨٥٨٦٨٧٨٨٨٨٩٩٠٩١٩٢٩٣٩٤٩٥٩٦٩٧٩٨٩٩

تاریخ اسلام

فردی که در این کتاب است

החלום הראשון של יצחק נביא

[illegible]

عظمتِ قلم

لے قلم، چوہ جبر حمل متیں ارشاد ① شامہ گیسوئے حم دار، عروس ایساد
قلمِ وقت میں تو رہ مرزا باد مسرور تیری تاریخ میں جیتی ہوئی صدیاں آماد

بکروہ خاک صد اوار و صد آ- رے ساتھ

یقین میں سے تری یاریب کی تھکا کے ساتھ

دوہیں عالم کو اٹھائے مے تے تیرے ② برہم گیتی دگر دوں میں ترے تیرے
حقد رکھیں میں رملے وہ رماے تیرے ② تندرود وقت کے دھاروں میں ملے تیرے

دور پار یہ کہے موت کے ایوانوں میں

ماس پتا ہے ترے رمدہ کتے حلاوں میں

تو، صد مار دھرے بھی گد رما تا ہے ③ عادہ ریت کا ہر ذرہ سوراٹا ہے
تو، مہ و سال کی پوش سے نکھرتا ہے ③ صرمت وقت سے کچھ اور اُکھرتا ہے

توڑ دیتی ہے چٹا لوں کو ردائی تیری

دس پر آتی ہے ٹھایے میں حوائی تیری

لوگ تیری فکر کوہ کو رسا تا ہے ④ تاریوں کے بکھوں میں اُتر جاتی ہے
تیری گنگا گھر گنگا دل یہ جو جی جاتی ہے ④ دونوں عالم کے رسیسے کی صدا آتی ہے

تیری بوجھ میں ڈھلتے ہیں ترے کیا کیا

مست ہم تھم میں کھٹکتے ہیں مائے کیا کیا

کار و بار اقتدار کو محدود رکھنا چاہیے
 یہ حصوں پر حکومت ہے وہ اہل تئیں
 یہ وہ ہمارے حویلی تھی ہے خود اسات کو
 اور اس کے ساتھ یہ بھی ٹھیل ہوتا ہے حوائث
 ہاتھ میں آتی ہے جس کے حکمرانی کی عمارت
 وہیں کو ڈپٹے ہیں جس کے لہجہ ہائے امداد
 آئیے کا وہ دیکھیں مانی ہے صدر یکمہ میں
 اور حوا و اد ابے دائروں میں صبح و شام
 اُن کو کیا دل بیٹھ جائیں یا اُنکے لئے میں
 آئیے اس حور کے سے کہہ دیجئے کہ قوم لیں
 چھیں لیتے ہیں حوائث حاکموں کی کرسیاں
 حاکموں کے درگرا دتی ہے اٹھلا کر میں
 حاکموں کے لئے ٹکراتے ہیں ہیئتہ العنوم
 حاکماں وقت کی صفوں کو ٹنگ لیتی ہے شام
 حاکموں کی شمع جس خانی ہے بل عریں و علوں
 حاکموں کی گویا یہ یاد دیر مٹلاتے ہیں آغا
 لوح کا طوعاں بھی اس کو عرق کر سکتا نہیں

اہل حکمت کا دماغ اور سیر کا دل جیسا ہے
 آدمی جس کو جڑھا کر ہوش میں دہتا ہیں
 صرف دیوتا ہم کر سکتے ہیں اس طوعاں کو
 حاکموں کو گھیر لیتے ہیں رُنا کاروں کے حوائث
 رہ سکتی ہے اس کی خاصیت یا یوں کہنا
 اہل حکمت میٹھی رانوں سے حد راہ ہوتا ہے
 لے جاتا آپ یہ حوئے مقرر ہوتا ہے
 جھانپتے رہتے ہیں حوائث و حوئے تائید کیام
 نام وہ ایسے کھڑے کہے ہیں اور کچھ بھی نہیں
 میں نقطہ حادہ ہوں یا ہی قوم کا عالم نہیں
 حادہوں کی سس دیں ہتی ہیں شل کبکشاں
 حادہوں کے چھو پڑوں کو زلے چھوٹے ہیں
 حادہوں پر آساہوں سے رستے ہیں عوم
 حادہاں خلق کا ڈھانس روکتا ہے مام
 حادہوں کی مشعلوں سے کایم ہیں آدھیاں
 حادہوں کی قمر جھلنے ہیں ڈوں کے چراغ
 حورائے خلق جیتا ہے وہ کر سکتا نہیں

یگرہ میں نامدہ رکھے نات صدرا احمد
 آئیے اگر میری نصیحت پر نہیں گے کار آمد
 میر تو اس دبیائے گویاوں میں یا بوجہ ستا
 کارائے آئیے کے دیکھیں مثل آفتاب

وقت کے ماتھے پر جھلکے یہ سطر حادہاں
 میر دوزل حادہ اہل جہاں یا تو نہاں

(Faint handwritten Persian script)

[illegible][illegible][illegible]

۱۰۱. این کتاب در دسترس است
 ۱۰۲. این کتاب در دسترس است
 ۱۰۳. این کتاب در دسترس است
 ۱۰۴. این کتاب در دسترس است

(b)(1)

۱۰۰
 ۱۰۱

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

اور جس دم روستائی کو سکھائے گا معصوم
 انہیں گے پھر لشکرِ دولوں کی مدد پر حضور
 ہو سکتے امن و سہاگڑ کا میں گے ان یرکماں
 ان یہ بولے گا ہتھوڑاومت یہ ساعلال سکا
 حاکموں کی ٹولیاں ان کو گرائے آئیں گی
 ان نہ گرجے گا نقیبہاں سک سر کا حصہ
 یہ اُسائے حامیں گے تاج و کمر کی دھوب میں
 ان کو سلیں گی بھیا یک ایڑیاں کہ سار کی
 ان کو لاکھوں حیرہ سر طوعاں ڈھائے آئیں گے
 ان کو رو دیں گی ہراؤں بلینیں ظلمات کی
 ان یہ سے گی مسلسل آگ بھولن دھول رب
 قمر بٹے سگس سائیں گے تبارکِ حروب
 ان یہ جھٹکیں گے سین ان کو چھوڑیں گے شہور
 ان کو رو دیں گے کروڑوں روٹھوں کا دوا
 مٹس گے گا ان یہ عالم کو ت ماہ و سال کا
 ان یہ اوچے ماقدوں کی تیور ماں مٹلائیں گی
 ان یہ کرے گا جمیو رسا دتا ہوں کا عات
 ان کو بھیکیں گے مسلح داڑھیوں کے سوس میں
 مرجھاں ان میں حصس کی ماب و سیال کی
 ان سے لاتعلیٰ داد سے رہے ٹکرائیں گے
 ان کو کھرچیں گی کروٹوں بھیتاں لمحات کی

بیرحمی نو دیتا ہے گا اما ملک ایک حرف

میں اقطاب ہر گردن اٹھا سکتا ہے کون
 حقیقتا ہے دیکھ کر ان کے حراولوں کا حال
 کا پتا ہے انکا رطب ساعر کے حضور
 متصل مکتی ہے مہر دولت علم و یقین
 ان کے لہجے مشعلیں رکھ کر لقا کے طاق میں
 قتل ہوئے پر بھی ان کا ترہ کہ تھا ہر سین
 مانگتی ہے بھیک میں گوئی میں ان سے رماں
 اُن سے ہے میا و گویا مار میں کا ماب
 دہر کو ہے مار ان کی خودتِ حلاق پر
 کعبہ من کار کو دوسا میں ڈھا سکتا ہے کون
 حلقا ہوں کا تحمل مانگا ہوں کا حلال
 مادتا ہوں کا سکر دیوتاؤں کا عور
 ان کے ماب حارہ عصیان بھیت کی میں
 گو تھے رہتے ہیں ہم گند آفات میں
 حشر تک اُن کے قلم کا سر قلم ہوتا ہر سین
 ان سے اکھنٹے مانگے آما ہے ادعا آسمان
 یہ لگا گیتی و گردوں میں آوار حیات
 مرزاں حاتاں انفس و آفاق پر

ان کے کرش ردگی پر عرض رسا تاج بھول

ان کے دروازل کو آکر کھٹکھٹانے میں رسول

اور اٹھ مٹاتے جس دیا سے یہ ارباب رار
 نوع انسانی کھیاں کو مٹا سکتی ہیں
 دیوتا آتے ہیں بڑے کو حارے کی مار
 موت کی آمد میں حیران ان کے ٹھکانے ہیں

اصل اسی کو تیتوں کی کھٹکتی ہوئی دلوں کے آسمانوں کو دھمکتی ہوئی
 صنعتِ باطن کی ریشیں آستینیں ہوتی ملکِ خصال سے تحقیق کی رودادتی ہوئی
 عارضِ قرعاس کو نوکِ قلم سے جو مست دوزخ، شرقت، غفلت، جس گمانِ بھوستی
 کامیتی میراں یراعن و سکا کو تو مست دہن کے عقدوں کو لڑاں ماحولِ کھولتی
 حجب میں ڈالے سکون تیدے لگے باگتات

لکھ رہی ہیں داستانِ قعر و تاجِ سہا

کھپے ہی میں سیدہ کا مد میں سداں و نور ڈھل رہے ہیں دائروں میں لالہ سر و دیور
 انگلیوں سے گریبے ہیں رمدگی کے آستار سامنی میں رخ رہے ہیں فکرِ حولاں کے ستار
 لکھ رہی ہیں لکھ رہی ہیں لکھ رہی ہیں و سہام مہجرتی کے ترلے ادا گزروں کے مہام
 لکھ رہی ہیں قیمت و یادیں ترلے، یہ بھی ہے بچکیاں، سرگوشیاں، آسوز عینِ جمع ہے

تہقہوں کی گورج میں یاربِ حیدر کا ہی آسوزوں کو موتیوں کے اربابانِ ہی ہوئی
 یوں ڈال ہیں وقت کے سیلاب میں مہنت لوحِ کثیف پہ گویا دوشِ طعناں پر سوار
 لکھ رہی ہیں لکھ رہی ہیں لکھ رہی ہیں ٹھیلے احرارِ سحر و داستانِ مددِ ستار

سرچیں گی انگلیاں جس وقت بھی کے امار
 صل آئیں گے محلہ قرعاس میں لاکھوں میل
 سرگین سطروں کی جلیوں میں سچے گلِ مرہر
 ساطلوں پر جھنگ کا آئیں گے آکا کی سکہ ہر
 تسمہ قعر پر یہ جھل جھلایں گے حروف
 تاجِ سلطانی کی دھبہ دھبہ لکھیں گے حروف
 حکم کا آئیں گے یوں لکھوں ہیں ڈھائے عدل
 شاعروں کی مجلسِ ستا ہوں، ہوئی جھل
 حرفِ ساکنوں دلِ الا اس کے دھبہ دھبہ
 تحلیلِ آئیں گے ایوانِ امار سے کچھ
 دائروں میں رہے جلیں گے انگلیاں جس وقت
 عصرِ نوٹائیں گے کا مدیر تحیل کے حیا

لافانی حروف

لکھ رہی ہیں لکھ رہی ہیں لکھ رہی ہیں لکھ رہی ہیں
 موت ہیرے کی جھگڑے کوٹنے کے انگ میں
 روستہائی سے چھلکتے حال و خط کو حقائق
 سرسبز سطروں پر دوڑاتی سبائے دل میں
 فکر کا لواستہ بے سطر کی حوتے سنگدیر
 جیتہ حیوان کو جھلکاتی رہ طلمات میں
 دہس مالتی کی حکمت زندگی کی داستان
 داس طرہ ریاں کو دوسری رنگ میں
 گیسو ورسا میں لوگ قلم کو ڈھالتی
 سگ موی کو عطا کرتی نقوش ہر سر
 سرخوشی میں دھس دھس دھس دھس دھس
 صبح کے نکھرے کو جھلکاتی ادھیراتی میں

دائروں میں مد کرتی گیسوؤں کے بیجا دم

سیسیوں کی ہر تقریب ہر مویں در دم

ع کہیں آتش الملع جھلکاتی ہوئی
 ادب مہی کو فروغ کہکشاں دیتی ہوئی
 دلوں کو مہر میں لاتی ہوئی
 دہس کے دھلے کو سائل کا سکون تیری ہوئی
 دل کے حوالے تارہ کی نویدوں کو تیرا ہوئی
 مایتی لاتی ہر تری شوجیاں کرتی ہوئی
 دل کی ترس جھلکتی غطوں کو جھلکاتی ہوئی
 دے ریاں افکار کڑے میں رماں دی ہوئی
 لیلیٰ تعصیل کی ہر پور جیٹائی ہوئی
 مہر پور سے ادب کی کستیاں بھینس ہوئی
 روستے قرطاس و ظہر بھیل رسائی ہوئی
 سیدہ کا عد میں دل کی دھڑکیں بھری ہوئی

آگ

آگ یعنی سوختن، تیر و روست توار گری دق و عصیر گردن مرار
 سنگ دل کی کار، آگ کی کار، آگ کی کار، آگ کی کار، آگ کی کار
 نیامی راتہ میں لہروں کی رانی کا کھار
 آگ کے امی لہرائی حوائی کا کھار
 آگ دانی تامل دوسری، آگ دانی تامل دوسری
 آگ دانی تامل دوسری، آگ دانی تامل دوسری
 او صبا کی جلوہ ناری امی کی روتی
 گھر کا ایمان، تر شا کے خدا کی روتی
 ظاہر و نامد و رش و شفاف رتق در کھن رتق رتق رتق
 مسرور دنا و خوش تاج دار و شرق دل بر تامل گئی ہو چر امان مس رتق
 نور و لالہ و لیلی پر وین مسیں
 شاہد شام شمع و دوسرے صبح مسیں
 خون کی گردن میں عطاں میں کی روتی ہاں تامل محول میں ایمان کلائی اتوں میں
 شمع کی مویں لہریں گلاب کی روتی گلاب آگ حرویا و لیں حلقہ حلقہ حلقہ

آنکھوں میں ہے یہ کھر کیا ماں ہے میرا عار میں ہے یہ حال کہ توڑنے کا ہے ڈرا
 یلوں کی ہے یہ جھاؤں کہستی کا سویرا بڑھ یہ لڑیں ہیں گڑھواں دھارا دھیرا
 قامت یہ بکھر اٹھ ہے کہیر سے کی الی ہے
 کیا گل مدنی، گل مدنی، گل مدنی ہے
 جس طرح دھندلے میں آگ لگ اعلیٰ جیسے کہ کھر کج میں آبرہ حراماں
 جس طرح اٹھنے نام نہ پر رقت کا دامان جیسے گڑھواں مود کا مدہ من مرلتاں
 جسارہ نہ یوں صبح کی اعصار شکی ہے
 کیا گل مدنی، گل مدنی، گل مدنی ہے
 اس سس میں بھی ٹپتی ہیں جیسوئے نگاہیں قدموں کے تلے ابھی جوانی کی ہیں راہیں
 اب بھی یہ تمنا ہے نہیں بھول سی ماہیں اصنام کو نمک ہے کہ ہم خوش نہ بیاہیں
 گھٹتی میں بڑی عاشق و مریحی ہے
 کیا گل مدنی، گل مدنی، گل مدنی ہے

عَنْوَطُنْغَلَهْ جَمْعُونِ

کیا کل بدنی ہے

کس درہ منوں کا روہ اللہ عی ہے کیا موتہ تا مدگی و سیم تہ ہے
انداز ہے یا حد نہ گزریں ردی ہے آفا ہے مار لیا ایمان رسی ہے

حسگل کی سیہ رات ہے یا رات گئی ہے

کیا گل مدنی، گل مدنی، گل مدنی ہے

یہ ہے کہ کھلتی ہوئی عی کی کمانی مہکا ہوا ریش ہے کہ یہ لک کی انی
ہے کی یہ روہ کہ رستا ہوا پانی لرزش میں یہ شرکان کہ یوں کی گالی

یہ شری لستہ کہ عقیقہ بھی ہے

کیا گل مدنی، گل مدنی، گل مدنی ہے

عرا ہے حصار کے نہ تو سے راورستان ریلوں میں شستہ ہے اکھوں میں گمان

مہدی کی عمارت کہ تھیل گیستان باطلہ عشاق میں ہے جبرہ تان

یا خاتم تاعدہ یہ ہیرے کی گئی ہے

کیا گل مدنی، گل مدنی، گل مدنی ہے

یہ ہے یہ نیو ہے کہ اک مویح حیاتی ماتھے کے اک صبح کا پرتو ہے تنہائی

آنکھیں ہیں کہ مہکے ہوئے دوست ترائی بیکر ہے کرائساں کے سایے کی گالی

کیا گل مدنی، گل مدنی، گل مدنی ہے

کیا گل مدنی، گل مدنی، گل مدنی ہے

یقین س کے ساتھ کہ اُسے گاتو توں وہم دیر سنہ اہل ہو
 نہ کفر کی خاک چھائے گاتو سن
 ساما ہے تھو کوہ مائے گاتو سن
 ۱۹۵ء

لکھو کھلے دعوے

قروں کے تان دارت دعوے کر دیگی
 تھوئے علوم و شہمہ منکت ہے رمدگی
 ہر اک شکم ہے ریتی کا دھڑلے ہوئے
 دیا ہمیں بہشت ہے دار السلام ہے
 تقدیر کا غلط ہے کھٹیا ہے آدمی
 ارض و سماں کا راج کلا ہے آدمی
 ایک آتار خود ہے اک سیل رحمت
 یل عمری حیرت دہریں ہوتی ہے مرگٹک
 مہر تی ہے آہ سر دھو لیا ہے رمدگی
 اسارت کا درد ہے قدر سے ہوئے
 عسرت کی دھوم دھام ہے تی کی یل
 یہ جہاں کے میں سے ٹھیکہ ہوئے ہیں عام
 المختصر تمام یہ دعوے کر آسمان
 دن کو گردش ارات کو محسوس ٹھیلے
 تقدیر سے وسامت لے اعتبار میں

اک ہر لایہ ال سے پاتی ہے رستی
 الصاف وعدہ ارات ہے رمدگی
 ہر وہ شہمہ فراغت العالیہ ہوئے
 اک محبت تمام ہے اک صلی عام ہے
 قدر شفق مایہ ہے ٹھیلے آدمی
 رزاقیت کی آنکھ کا تار ہے آدمی
 شمس کی طرح مرم ہے قلب رحمت
 دلایہ رمدگی کا دھڑکا ہے دیر تک
 ہر وہ تھوہر خاک سیدہ دارائے رمدگی
 شاعر کا عشق تان کی تحت سے ہوئے
 ہستی کا کار و بار ہے اک شفق کمر کیل
 دروں کے دل میں تیری جوتی ہو گیا
 رمدگی ہوتی زمیں دلا رہی ہے ہر دن
 المختصر تمام یہ دعوے کر یہ غلط
 انسان کی انکس میں بہت شرم سار میں

ٹھٹھا دیا ہے ان کو ہم کائنات نے
 ان کے سر پر یہ مٹو کر دیا ہے تپانے

روایت سے دل کی نہ تسخیر کر
 روایت کا سہارا نہ ٹانگ
 عقیدت سے پہچان سکتا نہیں
 عقیدت و رعب خیال و حواس
 گداز دل و حوش رقت و ریت
 تعذرت حق تا شرف عطف
 حوصلہ بندے و خداں بوقت محض
 ارادے کا سہارا نہ ٹانگ
 ادا سچی جس ذات و معاد
 حریم خدا کی میں ہوں یا کفار
 نہ تجھ سے طلب کر بخود و رکوع
 نہ وا کر و بار و باب حال
 نہ لیلیٰ کے نام مجھ میں آ
 جسے عشق کہتے ہیں تلمیذ ہے
 یہ وہ لفظ ہے بے وقار و لعین
 رسالت سے اس کو کیا مایہ
 ترا عشق اور ولولوں کا اُچار
 ترے وصل کا تون رت معور
 مملوئی ہے اشکوں کے حواس
 یہ حد نہ تو جو کھا ہے مارے خدا
 سمی تو رہ رہتا نہ مڑا ہوں نہیں
 اگر تو ہے دراصل رت عیور
 حویہ ہے تو راہ تناسل سے آ
 حو تو داؤرا و ہم اس میں ہیں
 یقین ہے تو کیوں کہہ گدا میں

درایت کا مہر سے فقر پر کر
 درایت کے سگس عریض سے تھا کر
 دیایا بے مان سکتا نہیں
 روایت و رعب طوں و ذال
 فقیر عقیدہ ہو دے دیت
 فقر سے تو رعب تشفق عطف
 سرسرسوں کا ریا ہر مس
 درایت و ہم حواس
 ہمہ دوقی جس ہمہ حسیات
 کہاں میں کہاں مگ لڑ دیا ز
 فرار ہر دے ہو یا بطلوع
 نہ دمکات سے سر جکا ہلال
 نہ عشق و حواس کی سرل میں آ
 یہ مرداں او ماتن کی ریت ہے
 حو قراں میں اک مارا یا نہیں
 مشیت سے اس کو کیا مایہ
 یہ قحاطی دہن ہے کر دگار
 اد کے مسالہ شرامت سے خدا
 وہ حواس کی شکی ہے غف میں
 ہوں کار یوں کے تیاں حواس کا
 اد کے یہ درخواست کرنا نہیں
 تو حوش و مح و کھنڈہ کو گار
 ہرے روبرو اب تک سے آ
 تو اتنے تہمت و ہم میں حواس
 محک فقیر دانش کی محراب میں

اُمل گو سوتا، گئی گستاخ اُمل
 تعقل کی حشہدگی میں اُمل
 جردستہ و عقل بیودہ اُمل
 بہت ہو چکا طور معقول یہ
 طور میں رہا تہ توں عرش یہ
 تہ تہ دی طلب کے گلہاں میں
 دکھائے گاہ ورنہ اہلاک کا
 بچھڑا ڈال ماتھے سے شمسِ مہر
 اگر تو ہے کسوں نوڈوئے اہل
 کہ تا معرہ رہن ہو سکوں مہلا
 نہ عاز آدھر کفر ہے ٹوٹے ہر
 یہ آزاد کے بیٹوں کو یکہاں
 عداوت مٹا کر محنت مٹاواں
 تمام آدمی تکر و ستیر ہوں
 اگر یہ حقیقت ہے یروردگار
 تو لے جاں حق میری ت کو یکہ
 میرا استیاقِ محسوس کو یکہ
 میرا دوق کتب حقیقت کو یکہ
 تجھے سے میرے معلوم ہے
 اگر محسوس دوق تعدد ہیں
 میں انیس ادیش و الوار میں
 میرے سہ یاگ میں فصل
 مجھے علم دے تاکہ تم ہو ملال
 میرے سرالوں کی صورت رنجا
 صحیحہ عمل میں نہا کر رہ آ

تکر کے دریا سہا اُمل
 دلا اُمل کی تاسدگی میں اُمل
 یہاں صداقت کے ماسد اُمل
 ہمایاں ہوا طور معقول یہ
 اس پہ بھٹوس کردار عرش یہ
 اس آ صرح کربوں کی مہراں میں
 قدیم رکھ نہ کاٹا ہے ادراک کا
 مدد گاہ وادیش میں ہو علوہ گر
 راست کی مٹھی سے تکر بیکل
 کہ ٹھک ساو لے مسکراں جدا
 عہد جاو اسے تیرہ محتاں ہر
 تعصب کو دیا سے پلٹا کروں
 محنت احوال تہاوت سکھاؤں
 کشت و کلسا عمل گیر ہوں
 کہ میت سراعمال کا ہے مار
 میرے رلوں کی طہارت کو یکہ
 محسوس تامل تکر کو دیکھ
 ہری کاوتوں کی صداقت کو یکہ
 کہ قد دی۔ ایلی حق معصوم
 محسوس ہوں، تہرہ ہیں
 حقیقت ہے یارتِ تعلقی ہیں
 دھڑکتا ہے مولیٰ رسالت کمال
 مگر ہاں مہر و گرد و لہلاں
 سطر اک ادا دی سے ہرگز نہ آ
 تعلیف کی شمعیں نہا کر رہ آ

اگر میں عطا کار ہوں اور قبیح
 تو متناہمیں کیوں ترک کر دے گا
 و قیروں سے نظریں ملا رہیں
 اگر ایسے تو میرے دوا لحال
 جو ہو وہیں مر رہا کہ وہ علیل
 یہ ہر عدا و دوا سے
 اگر عقل مدد کی ہے مصلحت
 مجھے لے مکہ دار پاک فرور
 جہاں ہیں امداد پہنچیں
 میری عقل کت تک ہے مامور
 تری رحمت کی ہے امیدوار
 دکھ راہ چلکیں نہ دیا مجھے
 مصوری کا دل کو یا نہیں
 موت کی تمنیں ہیں یا یہ حور
 وہ دیکھو نظر کے اتارے ہیں
 رہے شہر کے عالماں کرام
 یہ باتوں میں نرمی نہ ہے مجھ پر
 جس ہدایت، جس کلام
 مکتب جنوں و مسکون
 یہ تحریر و تقریر مرصعہ
 مقطع و موم و صلوة و ادب
 حلال و ادب سے محف و رار
 اگر تو ہے دراصل مطلق حکیم
 دماغ آرو پائے یوں لیں آ
 جہالت کی تاریکیوں سے نکل
 اگر میں یہ رحمت کے دعوے صحیح
 عطا تو کرتا ہوں کیوں قرار
 حلال تو میرے کیوں خود داتا ہیں
 تو میرے دل کو یہ کیا مثال
 تو میں یہ دیکھ رہا ہوں حلیل
 مصلحت مرنے کی سرائے سے
 تو میری طرف سے رکعت دل
 تری جی تھو ہے تری آرزو
 میری فکر کا وہ ہیں باب و ط
 یہ مولد سے محروم جس سے نند
 ابھی عقل عریض الدنار
 یہ شکار، یہ شکار، یہ شکار مجھے
 مرا اور کوئی سہکا نہیں
 رسالت کی حرارت ہے حور
 تخی کے اٹ وہ مسائے ہیں
 ہمیں دور سے دور ہی سلام
 یہ خلق محمد کے آئینہ دار
 یہ دل میں تحمل، یہ منہ میں لگام
 یہ محراب صرصر، یہ صرصر سکون
 یہ علم قدیم و یہ علم جدید
 ادب و جدال و جدال و ادب
 ترے در پر آیا ہوں پُر زگار
 تو میرے حلالے مسیح و علم
 حکیموں کے نامہ محفل میں آ
 اگر حیرت عسل ہے تو اُل

نقاد و ما کو چھوڑے ہوئے مدد سال کا رس بخوڑے ہوئے
 سہالت کی آنکھیں کالے ہوئے مظاہر کو حسیوں میں ڈالے ہوئے
 عواموں کے عقائد کو کھوٹے ہوئے ترہ یرو عالم کو توڑے ہوئے
 مگر اس حد اور بدرت حلیل ملی محمد کو اٹ بیک ایسی دلیل
 کہ جس سے اندر راہ صیات کتات جس سے برائی کتات
 ملے ملکہ محمد کو حطام ہو معاف ہزاروں راہیں تیرے خلاف
 خود میر کا تو راق و رسلیل یہ ستام ہی ام ہیں ملے دلیل
 وہ جیسے وہ لیلانے گریں نشیں یتا اس کا دیا میں جیتا ہیں
 رباب الوہیت حق و توس مگروں مردشان نہیں خوش
 سرورہ تیبیہ، نریشہ نہیں کوئی تیرے مدد سے مڑ کر ہیں
 کوئی خاک پرستہ نہیں یہ کوئی کوئی آسمان پر میں یہ کوئی
 حکمتی یہ ہے وہ بھی راہ رار جو گردوں یہ ہے وہ بھی حشر رار
 راہیوں کو رایت راہیوں میں یہاں بھی ہے اتم وہاں بھی ہے میں
 محترم کی تمہارے ہے صبح غم ہر لمحہ صد کر ملا دیرید
 ہر اک بخیل محمدیہ محمد ترار ہر اک مرگ محمدیہ انداز
 خود دل ہے وہ سینہ کا اسور حورند ہے سہلے سائو ہے
 سر اس روتان دعائیں صی ملا میں تسلط و اس میں محیط
 ہر اک عصوت دریا شیک یہ خوب ختم ہر ایں سر نکش
 ہر اک حش کو رسم عمر کی تلاق وہ ملے میں سلطانوں کی لاش
 ہر جہ طومار آہ و دعاں مہر عام علیہ حوں معان
 لڑکیں کا دسا لڑکیں سرور حوالی کے پیچھے طرسانے کا کھوب
 ٹر حایہ کی خاطر کو دیو احل اعلیٰ سروے ماک ستاک اٹل
 اور اس برہمی ستا ہوں میں نگار کہ تو ہے حد اور حد حجت ستار
 یہ کہتے ہیں دام او عادل ہے تو حکیم ہر حش وارل ہے تو
 رحیم درین و رؤف و لیسے نہ رحمت قریب نہ دعوت عیسے

ماساپ درو و سمامد شکی
 بعثرت حروشی اس امیر
 لہریا د تمام و ماہ سحر
 کماں حدوت و تناب قدم
 رلہب سیاہ تان میں
 شریب محروج آم الکات
 مکر و دعلے طلوم و جہول
 رفتار صد شکر اتقیہ
 بدل جنگاں و تار حیات
 نیاں تہنداں بد رو حیں
 حدایا آہ آہ جگر حکاں
 دولت نہ دلت، نہ تاج ہی
 نہ مدے کودی قدر دی ساہ کر
 نہ آورنگ اسر نہ مہر و عصا
 پشت ہاتستہ دریں دیرگم
 دریں ورط کستی و رفتہ ہار
 الہی، ہر حقین اسرار
 مری بکرکت ہے سرگرم کار
 قطر میں شریعت کو رکھے ہوئے
 ساط ملک کو سوار ہے ہوئے
 رواں و دواں سیدہ تائے ہوئے
 حرافات کی دھار موڑے ہوئے
 حکایات پیشیں کو کائے ہوئے
 سقاقت کے موتی رکائے ہوئے
 ہراویں بیادوں یہ کوئدے ہوئے

محسد و حوہ گداہیگی
 عصمت و روشی و حبت فقر
 سرکادی و صفت محقر
 موریہ نہ متبیح حرم
 مٹوئے سعید سرگاہیں دیں
 تاراجی کتور نو تراش
 سوگ تول و عمرگ رسول
 یراہ سقمہ مٹوئے کرطا
 ملت تشکاں کنار ورات
 برگ مسیح و کھول حسد
 الہی، سور دل شاعران
 فقط روشی روشی، روشی
 سن اکث داب مطلق سے آگاہ کر
 مجھے علم کی بھوک ہے داورا
 تحیر گرت استیم کہ قم
 کہ بیدار ست تختہ سرکار
 راسے سے ہے دریئے کتور
 لیے اسی جھولی میں لیل و بہار
 طرقت کے اتما رکھے ہوئے
 ساط میں کو انھارے ہوئے
 ملدی وستی کو حیا ہے ہوئے
 ہراویں غلموں کو توڑے ہوئے
 اساطیر کا حوں سائے ہوئے
 ہراویں سمندر کھکائے ہوئے
 کہ وروں سافوں کوڑے ہوئے

تو میرے خدا سے رہیں و رہیں
 اگر تو حقیقت میں ہو خود پہ
 یہاں ہے ممدی وستی تو فی
 تو یارے، بیاسی رنگاں میں
 رقعہ نسیم و رنگب جس
 بے عاتقہ العاسی خونیاں تہر
 ماروئے علماں، رخصتہ تجور
 سو پریم و سار جسم
 لطعیاں جنگ و مالواں کل
 سلق سلیم و طبع سلم
 بیگر تراست مدگان وقت
 مدیں امامان کیف و شات
 تسبیح و تہلیل کرو یاں
 بحق تارے اولیائے کرام
 سورگدیاں، لساں تہاں
 عمر مساحتیاں لکھیں
 طبع خوش الاماں تب رہد دل
 رخصتہ نسیم، سلق کلیم
 رایاں تو اسے خادو کلام
 معنیان سمیستہ اولیں
 لعلان جعلا حیاں و نگاہ
 معنور حیر و معنور شست
 مدد و حواں مرگی اس پیر
 سور طویل دل سو گان
 لعلیاد عشاقی کسم و مدد

تری صحت بھرتا ہے روئے سخن
 محار و حقیقت کا مقصود ہے
 ہمیشہ تارے آں پرستی تو فی
 نعلین ہلب لبخستیں
 روئے نگاراں گل پیر میں
 بلبل نگارین تر کاراں دہر
 آب طہور و کتاب قصور
 از آب طہر، ماہل کلیم
 آدائے نعلن بیاسی نکل
 نصرت مجاہد، محراب حکیم
 سالک مدد ان طرف میں
 ہمیں لساں نگاراں حواں
 ماہنگ بیکوئے راست گراں
 نظر تری خوئییاں حیاں
 لعلن تہاں، محسن تہاں
 لکھیں ارل ستہ امیر میں
 تسبیح تارے تاریک حتر تہاں
 لعلن حلیل و سلق کلیم
 اعوانے آدم علیہ السلام
 لعلن تہاں، عدوئے دشمن
 میلان عدواں و مدد گاہ
 مدد و کسم، محشر کست
 محرو و حواں تہاں کسم
 اوقات سورجی محبت کسان
 آدہ تہاں معنور و مدد

یہ سنا کہ ہی اصل کچھ میرا ہوتا
 حقائق آیات اسماء صفات
 حکیموں کے روکتے ہیں نہیں دات
 حواس سے تو دیکھو آیات کو
 ان آیات اُمیہ دات کو
 یہ تاسدہ قسم یہ قصد آتے
 یہ گہا ہی حرج رسیلو مری
 یہ تاحوں یہ حیلوں کی تہکار
 یہ بتوں یہ ٹوندوں کی تہرک
 یہ گوہرستان آستاروں کے سار
 یہ احلاں واطہا وکتف وطلہور
 یہ درات واکم یہ شمس و قمر
 یہ راتوں سے دن اور دنوں سے رات
 تم قوس و موکاری کہکشان
 یہ خوشے حراماں یہ خوشے حقیق
 اُفق یہ یہ یگین شفق کا طہور
 یہ ملیں حقیقت کی رعب درار
 یہ دروں کی شفی میں حقائق
 یہ ٹوندوں میں عالمیہ میں وجرار
 حیامان وستان وکود دگر
 حواس سے تو دیکھو آیات کو
 محفل و کون و معام سمجھو
 حقائق آیات اسماء صفات
 حکیموں کے روکتے ہیں نہیں دات
 ان آیات اُمیہ دات کو
 یہ تاسدہ قسم یہ قصد آتے
 یہ گہا ہی حرج رسیلو مری
 یہ تاحوں یہ حیلوں کی تہکار
 یہ بتوں یہ ٹوندوں کی تہرک
 یہ گوہرستان آستاروں کے سار
 یہ احلاں واطہا وکتف وطلہور
 یہ درات واکم یہ شمس و قمر
 یہ راتوں سے دن اور دنوں سے رات
 تم قوس و موکاری کہکشان
 یہ خوشے حراماں یہ خوشے حقیق
 اُفق یہ یہ یگین شفق کا طہور
 یہ ملیں حقیقت کی رعب درار
 یہ دروں کی شفی میں حقائق
 یہ ٹوندوں میں عالمیہ میں وجرار
 حیامان وستان وکود دگر
 حواس سے تو دیکھو آیات کو
 محفل و کون و معام سمجھو

دلائل میں یہاں میں سویت حوتیں

کرایاں سے ایماں بالعیس حوتیں

حکیمانہ امداد کو دوں سوات
 اس اسلام کی لاؤں کس طرح آتا
 تناؤں ذکم میں میں دوسریں
 کسی کی جو یہی یہ ہمت مہین
 گھاسے ادساور کچا اور است
 سٹاٹ مرگال گرفت حطاط

عیلتی روایت کے معیاں میں
 اس آوار میں سورہے سارے
 مجھے صبح آوازیوں نے گاکوں
 وہی سورہے اور وہی سارے
 خدا جموت لے میں ورس
 وہاں کرتے مرداں کرام
 وہ احاطہ کر رہا وہ اعلیٰ وار
 نہ آوج سجا، اسرہیہ کار
 وہ تائستہ مرداں خود و کم
 وہ سہل تینیاں افرح و قلہ
 وہ اناب مہیدہ جس و حرث
 یہ خلوت امیر و خلوت بقیر
 یہ گنم خلال و گنم شمال
 یہ کوئے یلان رستم لے آمان
 وہ آہا میں اس وقت گرم حرث
 دو عالم ہیں ایک صفت طعین
 ہیں اس میں حالت چہاں حین
 اگر صبر نہ ہو کہ عور کہ
 محاسنات یہاں حقیقت محو کہ
 حیات کے ماطر قدامت محو کہ
 عقیقت کے ابواب میں گردن جھکا
 خدا نے دو عالم یہ ایساں لا
 ان آیات آئینہ دانت کو
 نہ روئے مرعیاں حماات ہیں
 سماں تھے ہیں آیات میں

عیلتی روایت کے معیاں میں
 اس آوار میں سورہے سارے
 مجھے صبح آوازیوں نے گاکوں
 وہی سورہے اور وہی سارے
 خدا جموت لے میں ورس
 وہاں کرتے مرداں کرام
 وہ احاطہ کر رہا وہ اعلیٰ وار
 نہ آوج سجا، اسرہیہ کار
 وہ تائستہ مرداں خود و کم
 وہ سہل تینیاں افرح و قلہ
 وہ اناب مہیدہ جس و حرث
 یہ خلوت امیر و خلوت بقیر
 یہ گنم خلال و گنم شمال
 یہ کوئے یلان رستم لے آمان
 وہ آہا میں اس وقت گرم حرث
 دو عالم ہیں ایک صفت طعین
 ہیں اس میں حالت چہاں حین
 اگر صبر نہ ہو کہ عور کہ
 محاسنات یہاں حقیقت محو کہ
 حیات کے ماطر قدامت محو کہ
 عقیقت کے ابواب میں گردن جھکا
 خدا نے دو عالم یہ ایساں لا
 ان آیات آئینہ دانت کو
 نہ روئے مرعیاں حماات ہیں
 سماں تھے ہیں آیات میں

مَنَاجَاتُ

یہ بچیلایہ بہرِ پلاسسی سنان
اگر کے دھویں میں یہ قصاں
یتیموں کی تھی صد لہری
سیاہی کے اندر جھلکتے نجوم
سمٹی رہی طلعت ہکتی سی ہو
شکوں میں والی صبا میں ہنگ
قصاں میں مسکراتی ہوئی
دہات طہات، تہات، ہنگ
سموئی قصاں میں طلعت نور
مگر ایک آوارہ آوارہ دور
یہ آوارہ قروں پہ بھاتی ہوئی
کچھ سے دل کو لگائے ہوئے
گھڑتی، تھکتی، لیٹتی ہوئی
روایت کی تمہیں تھلائے ہوئے

پہلی کی صورت اگر کا دھوان
سکتی قصاں میں جھلکتی بسم
سینا صوا اگر تری روتی
جہالت کی یاد میں جیسے علوم
ملاحت کے مادہ صحت کی رو
سیاہی کی یاد میں گدلا سا رنگ
صاف تر یہ رہ ساتی ہوئی
نقد میں تہم تر غم مرگ
آوارہ مردم آوارہ ملک طلیور
میرے کان میں آ رہی ہے مرد
مجھے شعلوں کو خلائی ہوئی
دکانوں سے واس بچائے ہوئے
رہائے کے اوراق آتش ہوئی
دراشت کی متعل بھائے ہوئے

افکارِ سائزہ



مَآمات
 کھو کھلے دعوے
 کیا نکل مدنی ہے
 اُنک
 لامانی حروف
 خطابِ رمدیرِ پاکستان
 تلاتی
 مرتبہ حلیتِ قلم

تاخیر کا یہ وقت نہیں ہے دلاورد آواز دے رہا ہے زماں بڑھو بڑھو
ایسے میں بارہم پر ہے جوانی بڑھے چلو (۶۵) مگر جو مثالِ رعد گرج کر برس پڑو

ہاں زخم خوردہ تیسر کی ڈھکار دوستو

جھکار، ذوالفقار کی جھکار دوستو!

اے حاملانِ آتشِ سوزاں بڑھے چلو اے پیروانِ شاہِ شہیداں بڑھے چلو

اے خاندانِ صرصر و طوفاں بڑھے چلو (۶۶) اے صاحبانِ ہمتِ یزداں بڑھے چلو

تلوارِ شمرِ عصر کے سیسے میں بھونک دو

ہاں جھونک دو یزید کو دوزخ میں جھونک دو

دیکھو وہ حتمِ ظلم کی حد ہے بڑھے چلو ایسا ہی خود یہ وقت مدد ہے بڑھے چلو

بڑھے میں عزتِ اس و جد ہے بڑھے چلو (۶۷) وہ سامنے حیاتِ ابد ہے بڑھے چلو

اٹے رہو کچھ اور یونہی آستین کو

اٹھی ہے آتش تو پٹ دوز میں کو

(۶۸)

اے جانفشیں حیدر کرار۔۔۔ المدد

اے میلوں کے قافلہ سالار المدد

اے امرِ حق کی گرمی بازار المدد

اے محسنِ زندگی کے حمیدار المدد

دیا تری نظیرِ تہادت لیے ہوئے

اب تک کھڑی ہے جمعِ ہدایت لیے ہوئے



یہ گرم ہے فساد کا مازار دوستو ۶۰) سرمایہ پھر ہے برسر آزار دوستو
 تاکے یہ خوفِ اندک و بسیار دوستو تلوار، ہاں اپنی ہوئی تلوار دوستو

جو تیر تر ہو خوہ امارت کو چاٹ کر

رکھ دے جو سیم و زر کے پہاڑ کو کاٹ کر

بل کھا رہے ہیں دہریہ پھر سیم و زر کے ناگ گوئے ہوئے ہیں گنبدِ گرداں میں غم کے راگ
 پھرت رختِ زلیست کی تھامے ہئے ہے باگ ۶۱) تا آسماں بلند ہوئے زندگی کی آگ

فٹے کو اپنی آنچ کے چھوٹے میں جھونک دے

ہاں بھونک دے قبائے امارت کو بھونک دے

اے دوستو فرات کے پانی کا واسطہ ۶۲) آلِ ہی کی تہہ دہانی کا واسطہ؛
 تیسرے لہو کی روانی کا واسطہ اگر کی ناتمام جوانی کا واسطہ

ڑھکتی ہوئی جواں امگوں سے کام لو

ہاں ستم لو حسیں کے داس کو تھام لو

آئیں کش سے ہے دنیا کی زین و زین ۶۳) ہر گام ایک در ہو ہر سانس اک جنین
 ٹھٹھے رہو یوں ہی یئے تسخیرِ مسترفین سیوں میں کھلیا ہوں رماؤں یہ چاہیں

تم حیدری ہو سید، اژدر کو بھاڑ دو

اس جیسرِ جدید کا در بھی اکھاڑ دو

جاری رہے کچھ ادویہ بھی کاوشِ ستیر ۶۴) ہر وارے پہاہ ہو ہر ضربِ لہزہ خیر
 وہ دوحِ ظلم و جور ہوئی مائلِ گریز اے حوں اور گرم ہو، لے بعضِ اوتیر

عصرتِ ظلم کا نب رہا ہے اماں۔ یا ئے

دیوِ فساد کا سب رہا ہے اماں۔ یا ئے

اے خنجر برہنہ و اے تیغ بے نیام (۵۶) لے حق نواز امیر نبوت بدو قس امام
لے تیرگی کی بزم میں حور شید کے پیام اے آسمانِ درسِ عمل کے مہتمم

رہتی رواں لے تلم کی ظلمت ہی دین پر

ہوتا نہ تو تو صبح نہ ہوتی زمین پر

پھر حق ہے آفتابِ لبِ بام لے حسین (۵۷) یھر نرم آبِ دگل میں ہے کہرام لے حسین
یھر زندگی ہے سست و سبک گام لے حسین (۵۸) یھر حریت ہے موردِ ارام لے حسین

ذوقِ فساد و دلولہ شریے ہوئے

پھر عصرِ نو کے شمر ہیں خنجر لیے ہوئے

ہاں خاتمِ حیاتِ اند کا لگیں ہے تو (۵۹) گرد و گیرِ دوار کا مہر میں ہے تو
اک رندہ مدِّ فاصلِ دنیا و دین تو (۶۰) کوئیں کا تحیّلِ عہدِ آفریں ہے تو

یھر دشتِ حگ کہ ہے ترا انتظار اٹھ

اٹھ روزگارِ تارہ کے پروردگار اٹھ

مجدوح پھر ہے عدل و مساوات کا شعار (۶۱) اس بیسویں صدی میں ہے پھر طرہِ انتہا
یھر نائبِ یرید ہیں دنیا کے شہر یار (۶۲) پھر کہ بلائے نو سے ہے نوبِ بستر و یار

لے زندگی حلالِ تیرہ مسترقین دے

اس تازہ کر بلا کو بھی عزم حسین دے

میں یہ تفسیر رنگِ بو یوں تو ہے ہر دوس یہ اک انبارِ گفتگو
 جس حیکماں داز جو (۵۲) عالم میں صرف اک معنی گھنٹی ہے تو
 مردانگی کے طور کا تنہا کلیم ہے

توسینہ حیات کا قلبِ سلیم ہے

اے رہبرِ خجستہ و اے ہادیِ غیور (۵۳) تو حافظے کا ناز ہے، تاریخ کا غرور
 اب بھی ترے نشانِ قدم سے ہے وہ مژدہ لوحِ حسینِ دقت پہ غلطاں ہے موجِ نور

تو ہے وہ مہرِ دفترِ عزم و ثبات پر

اب تک چمک رہی ہے جویشِ حیات پر

ہاں لے حسین اس علی رہبرِ انام (۵۴) اے مسرِ خودی کے حیاتِ آفریں پیام
 اے لطفِ زندگی کے مقدس تریں نام اے حیرتِ انقلاب کے ابرِ حواں خرام

عاذہ ہے تیرا خونِ ربخِ کائنات کا

ہر قطرہ کوہِ نور ہے تابِ حیات کا

جس بحرِ ظلم و جور کے گرداب میں تھا تو (۵۵) مازل یہاں زیرِ ہو توں حالے آب جو
 سیسے میں ابر کے رہے موجِ رنگِ بو آہں کے جوہروں سے ٹیکنے لگے لہو

بج تک رنگِ آتشِ دوزخ دکھ ٹپے

مانتے سے آگ کے کھی سینہ ٹیک ٹپے

ہاں اے حسیں بے کس و ناچار السلام اے کشتگانِ عشق کے سردار السلام
 اے سوگوارِ یاد و انصار السلام (۴۸) اے کاروانِ مردہ کے سالار السلام
 افسوس اے وطن سے نکالے ہوئے حسین

لے فاطمہ کی گود کے پالے ہوئے حسین

تو اور تیرے خلق یہ تلوار ہائے ہائے زنجیر اور عابدِ بیمار ہائے ہائے
 دینب کا سر کھلے سر بازار ہائے ہائے (۴۹) سر تیرا اور یزید کا دربار ہائے ہائے
 انساں اس طرح اتر آئے عنادیر

لعنت خدا کی حشر تک ابنِ زیاد پر

تجہ ساتھ کون ہے عالم میں لے لیں تو ہے ہر ایک دیدہ پریم میں لے لیں
 نژاد ہی نہیں ہیں ترے غم میں لے لیں (۵۰) ہم بے بند کسی ہیں حلقہ ماتم میں لے لیں
 آراد جو خیال میں ہیں اور کلام میں
 وہ بھی اسیر ہیں تری زلفوں کے دام میں

یوں تو دروہ سیدِ سادہ بیچ روزگار دولت ہے بے حساب جواہر ہیں ستار
 لیکن ترا جدو ہے اے مردِ حق شہار (۵۱) محرمِ بستر کی واحد بے مثل یادگار
 مکتا ہے کچھ کو دقت جہاں سوز و درد

ممد مرید ہیں دہو رے

تھی جس کے دوستِ پاک پہ اہلِ دلا کی لاش انصاریہ سرفروش کی لاش، اقربا کی لاش
عباس سے مجاہدِ تیج آزمایا کی لاش (۴۴) قاسم سے شاہزادہ گلگوں تبا کی لاش
پھر کسی یہ دھتھی صبر کی زلفوں سے بل نہ جلائے

اس خوف سے کہ حق کا جنازہ ٹکل نہ جائے

نار دوزار و تشنہ و مجروح و ناتواں تنہا کھڑا ہوا تھا جو لاکھوں کے درمیاں
گھیرے تھے جس کو تیر و ترناؤک و سناں (۴۵) اور سوراہا تھا موت کے بستر پہ کارواں

اتنا نہ تھا کہ حتیٰ رفاقت سے کام لے

گرنے لگیں اگر تو کوئی بڑھ کے تمام لے

ہاں وہ حسین حسد و مجروح و ناتواں ساکت کھڑا ہوا تھا جو لاشوں کے درمیاں
سنتار ہا سکون سے جو پیرِ نیم جاں (۴۶) اکبر سے ماہِ رو کی جوانی کی ہچکیاں

ہے ہے کی آ رہی تھی صدا کا ثنات سے

پھر کسی قدم ہٹائے نہ راہِ ثنات سے

ہاں اے حسین تشنہ و رنخوردِ اسلام اے میہانِ عرصہ بے نورِ اسلام
اے شمعِ حلقہ شبِ عاشورِ اسلام (۴۷) اے سیدِ حیات کے ناسورِ اسلام

اے ساحلِ فرات کے میاں سے ترے نشان

اے آخری بھی کے نوا سے ترے نشان

ہر چند اہل حور نے حیا پایہ مارا ہو جائے محو یا دستہ سداں کر ملا
باقی رہے نہ نام نہ میں یہ حسیں کا (۴۰) لیکن کسی کارور عزیز و نہ میل سکا

عباس نامور کے لہو سے دھلا ہوا

اب بھی حسینیت کا علم ہے کھلا ہوا

یہ صبح انقلاب کی حوآح کل ہے منو یہ جو چل رہی ہے صبا بیٹا رہی ہے نو
یہ جو حیراع ظلم کی تھرا رہی ہے نو (۴۱) در پردہ یہ حسیں کے العاس کی ہے رو

حق کے جھڑے ہوئے ہیں حویہ سادوستو

یہ بھی اُسی حری کی ہے آواز دوستو

حسن کا محوم درد و الم سے یہ حال تھا سیہ تھا یا قس یا قس عکس یا ممال تھا
روح یہ تھا تسکی کا دھواں، دل مڈھال تھا (۴۲) اس کرب میں بھی جس کو فقط یہ خیال تھا

آتش رس رہی ہے تو رس خیم پر

آئے۔ یا لے آج مگر حق کے مام پر

ہر چند ایک شاح جس میں ہری تھی ماتھا عرق عرق تھا، لبوں یہ تری تھی
ماطل کی اس ملاؤں یہ بھی جا کر ہی تھی (۴۳) یہ داوری تھی اصل میں سیعیری تھی

رنگ اڑ گیا حکومت مدعت شعار کا

عزم حسیں عزم تھا یہ رو و گار کا

عالم میں ہو چکا ہے مسلسل یہ تجسّر ہے قوت ہی زندگی کی رہی ہے گرہ کشا
 سرمنع کا ہمیشہ رہا ہے جھکا ہوا (۳۶) نا طاقتی کی موت ہے طاقت کا سامنا

طاقت سی شے مگر نجل و بد نصیب تھی

نا طاقتی حسین کی کتنی عجیب تھی

طاقت سی تھے کو خاک میں جس نے ملا دیا تختہ الٹ کے قصر حکومت کو ڈھا دیا
 جس نے ہوا پر رعب امارت اڑا دیا (۳۷) ٹھوکر سے جس نے افسر شاہی گرا دیا

اس طرح جس سے ظلم یہ ظام ہو گیا

لفظ یزید داخل دست نام ہو گیا

یانی سے تین روز اے جس کے لب نہ تر تیغ و تبر کو سو نہپ دیا جس نے گھر کا گھر
 حور گیا ضمیر کی عزت کے نام پر (۳۸) ذلت کے آستان پہ جھکا یا مگر نہ سر

لی جس نے سانس رشتہ شاہی کو توڑ کر

جس نے کلائی موت کی رکھ دی مژدہ رک

جس کی جبین پہ کج ہے خود اپنے اہوکا تاج جو مرگ و زندگی کا ہے اک طرف امتزاج
 مردے دیا مگر نہ دیا ظلم کو خراج (۳۹) جس کے ہونے رکھ لی تمام انبیا کا لاج

سننا نہ کوئی دہریں صدق و صفا کی بات

جس مردے مرد فرقت سے رکھ لی خدا کی بات

ہاں اب بھی جو منارہ عظمت ہے وہ حسینؑ (۳۲) حس کی نگاہ مرگِ حکومت ہے وہ حسین
اب بھی جو محورِ بغاوت ہے وہ حسینؑ آدم کی جو دلیلِ تراست ہے وہ حسین

واحد جو اک نمونہ ہے ذبحِ عظیم کا

تساہد ہے جو خدا کے مذاقِ سلیم کا

ہاں وہ حسینؑ حس کا اند آتشناشات (۳۳) کہتا ہے گاہ گاہ حکیموں سے کبھی یہ بات
یہی دُروں پر وہ صدرِ گب کائنات (۳۴) اک کارِ سارِ ذہن ہے اک ذی شہور ذات

سجدوں سے کھینچتا ہے جو مسعود کی طرف

تنہا جو اک اشارہ ہے معبود کی طرف

حس کا وجود عدل و مساوات کی مراد (۳۵) جو کہ دگارِ امس تھا یہ نیرِ جہاد
تعمیلِ زندگی میں کیئے رنجِ ہر فساد (۳۶) قدرت کی اک اعانتِ ریں حس کی ذات

سوزاں ہے قلبِ خاک جو حوں میں سے

اک تو نکل رہی ہے اکھی تک رہیں سے

عزت پہ جس نے سر کو فدا کر کے دم لیا (۳۷) صدق و منافقت کو مدد کر کے دم لیا
حق کو امداد کا تاج عطا کر کے دم لیا (۳۸) حس نے یزیدیت کو فنا کر کے دم لیا

فتنوں کو جس پہ ناز تھا وہ دل بھادیا

جس نے چراغِ دولتِ باطل بھادیا

تاریخ دے رہی ہے یہ آواز دم بدم (۲۸) دشتِ ثبات و عزم ہے دشتِ بلا و غم
مہرِ مسیح و جبرائیلِ سقراط کی قسم اس راہ میں ہے مرنے والے انسان کا قدم
جس کی رگوں میں آتشِ بدرِ جنیں ہے

جس سورما کا اسمِ گرامی حسین ہے

جو صاحبِ مزاجِ نبوت تھا وہ حسین (۲۹) جو دارِ تہِ فہمِ رسالت تھا وہ حسین
جو خلوتِ شاہدِ قدرت تھا وہ حسین جس کا وجودِ فخرِ مشیت تھا وہ حسین
ساچے میں ڈھالنے کے لیے کائنات کو

جو تولا تھا ذکبِ مرہ پر حیات کو

جو اک نشانِ تشنہ دہانی تھا وہ حسین (۳۰) گیتی پہ عرق کی جو نشانی تھا وہ حسین
جو حلد کا امیرِ جوانی تھا وہ حسین جو اک سنِ جدید کا بانی تھا وہ حسین
جس کا ہوا تلامِ پہاں لیے ہوئے
ہر بند میں تھا نوح کا طوفان لیے ہوئے

جو کارِ رانِ عزم کا رہبر تھا وہ حسین (۳۱) خود اپنے خون کا جو تسار تھا وہ حسین
اک دیرِ تازہ کا جو پیمبر تھا وہ حسین جو کہ بلا کا داورِ محشر تھا وہ حسین
جس کی نظرِ شیوہ حق کا مدار تھا
جو روحِ انقلاب کا پروردگار تھا

وہ رات جب اہم کی گوجی تھی یہ صدا اے دوستاں صادق و یارانِ با صفا
 باقی نہیں رہا ہے کوئی اور مرحلا (۲۴) اب سامنا ہے موت کا اور مرث موت کا
 لکے ہی پر لائیں ہیں اس تحت و فوق سے

حانا حویا ہتا ہے چلا مالے شوق سے

اور سستے ہی یہ مات لعد کرب و اضطراب تعبیر کو دیا تھا یہ انصار نے حواہ
 دیکھیں حوہم یہ حواہ کھی لے اس توڑا (۲۵) والشہر ط شرم سے ہو جائیں آں آب
 قرباں ہو جو آب سے والا صفات پر

لعت اس اس و عیت یہ قفا س حیات پر

کیا آپ کا خیال ہے یہ شاہ ذی حسم ہم ہیں ایسر سود و دیاں صید کیف و کم
 خود دیکھ لیجیے گا کہ گاڑیں گے حسب قدم (۲۶) ہٹنا تو کیا نہیں گے ۔ دست و فاسے ہم
 پتلے ہیں ہم مدید کے، سیکر میں شگ کے

اساں نہیں پہاڑ ہیں میداں مگ کے

ہاں ہاں وہ رات و بہشت و سیم و درحاک رات اسوہاں کی و ظلم قضا کی رات
 لستگاب دریت مصطلے کی رات (۲۷) جو حشر سے عظیم تھی وہ کر ملا کی رات

تعبیر نے حیات کا عنوان سنا دیا

اس رات کو بھی مہر درخشاں بنا دیا

وہ کر بلا کی رات وہ ظلمت ڈراؤنی (۲۰) وہ مرگ بے پناہ کے سائے میں زندگی
خیموں کے گرد و ستیں وہ یرہوں غاشی خاموشیوں میں دور وہ چاہ موت کی

تھی پست و قوت مارالم سے جھکی ہوئی

ارض و سما کی سانس تھی گویا رکی ہوئی

وہ اہل حق کی تشہ وہاں مختصر سیاہ (۲۱) مائل کا وہ ہجوم کہ الشریٰ پناہ
وہ ظلمتوں کے دام میں زہرا کے مہرے تارے وہ فرط عم سے جھکائے ہوئے گاہ

وہ دل کبھے ہوئے وہ ہوائیں تھمی ہوئی

وہ اک بہن کی بھائی یہ نظریں جمی ہوئی

لریز رہر حر سے وہ دشت کا ایاغ دکھتے ہوئے وہ دل وہ تکیے ہوئے دماغ
آکھوں کی یثلیوں سے عیاں وہ دلوں کے داغ (۲۲) پڑھوں ظلمتوں میں وہ سہمے ہیں چراغ

بکھرے ہوئے ہوا میں وہ گیسو رسول کے

تاروں کی رشتنی میں وہ آنسو تول کے

وہ رات وہ رات وہ موحود کا حلقہ عابد کی کروٹوں یہ وہ بیچارگی کا بارہ -
وہ ریزوں کی زد یہ خواتین کا وقار (۲۳) اصغر کا بیچ و تاب وہ جھولے میں بار بار

اصغر میں پیچ و تاب نہ تھا اضطراب کا

وہ دل دھڑک رہا تھا رسالت مآب کا

کیسے کوئی عزیز روایات چھوڑ دے کچھ کھیل ہے کہ کہنہ حکایات چھوڑ دے
گھٹی میں تھے حوصلہ وہ خیالات چھوڑ دے (۱۲) ماں کا مزاج، باپ کے عادات چھوڑ دے

کس ہی سے کوئی رشتہ ادا توڑ دے

ورثے میں جوڑے ہیں وہ اسنام توڑ دے

ادہم کار باب، قدامت کا ارغنون فرسودگی کا سحر، روایات کا فسوں
اقوال کا مراق، حکایات کا حنون (۱۳) رسم و رواج و محبت و میراث و نسل و جوں

افسوس یہ وہ حلقہٴ دامِ خیال ہے

جس سے ٹرے بڑوں کا سکنا محال ہے

ابنِ برم ساحری میں جہالت کا ذکر کیا خود علم کے حواس بھی رہتے ہیں کما
ادہم حبِ دلوں میں بجاتے ہیں دائرہ (۱۴) عقول کو سو جھٹتا ہی نہیں قفس کے سوا

تاریخِ محو متی ہے مساووں کے غول میں

وڑھے کسی ناچتے ہیں جوانوں کے غول میں

جس دائرے میں قعرِ قدامت کا ہبوطان جدت کے جرم کو کوئی کرتا نہ ہو معاف
بگڑے ہوئے رسوم کا ذہنوں پہ ہر علاف (۱۵) آواز کوں اٹھائے وہاں جہل کے حلاف

آواز اٹھائے موت کی حو آرزو کرے

درہِ مجال ہے کہ یہاں گھنگو کرے

ہوتا ہے جو سماج میں جو یائے انقلاب (۱۶) ملتا ہے اس کو مرتد و رمدیق کا خطاب پہلے تو اس کو آنکھ دکھاتے ہیں تسبیح و شاپ اس پر بھی وہ نہ جیب ہو تو پھر قوم کا عتاب

بڑھتا ہے ظلم و جور کے تیور لیے ہوئے

تسلیع و طعن و دشمنی و حجریہ ہوئے

اٹھتا ہے غلغلہ کہ یہ زندقہ نامراد (۱۷) کج فکر و کج نگاہ و کج اخلاق و کج ہنہاد
بھیلا رہا ہے عالم اخلاق میں فساد (۱۸) اے صاحبان جذبہ دیرینہ جہاد

ہاں جلد اٹھو تباہی باطل کے واسطے

جست ہے ایسے شخص کے قاتل کے واسطے

اور ماحصوص حب ہو حکومت کاسمانا (۱۹) رعب و شکوہ و عمار و جلال کا سامنا
شاہان کج کلاہ کی ہیبت کا سامنا (۲۰) قرنا و ظل و ماوک و رایت کا سامنا

لاکھوں میں ہے وہ ایک کروڑوں میں فرد ہے

اس وقت حوثات دکھائے وہ مرد ہے

اور ماحصوص مد جو حب ہر در رکات (۲۱) حق تشرف ہو دشت میں، اہل لب و رات
دست اہل میں ہو رن و فرزند کی رات (۲۲) حائل ہو مرن رست میں نے لے کے لیک رات

یہ وہ گھڑی ہے کانیہ اٹھے تیریر کا دل

اس تہلکے کو چاہئے فوق الشرا کا دل

کیسے کوئی عزیز روایات چھوڑ دے کچھ کھیل ہے کہ کہنہ حکایات چھوڑ دے
گھنٹی میں تھے جوصل وہ خیالات چھوڑ دے (۱۲) ماں کا مزاج، باپ کے عادات چھوڑ دے

کس جی سے کوئی رشتہ ادا توڑ دے

ورتنے میں جوڑے ہیں وہ اصنام توڑ دے

ادب کا رباب، قدامت کا ارغون فرسودگی کا سحر، روایات کا فسوں
اقوال کا مراق، حکایات کا جنوں (۱۳) رسم و رواج و محنت و میرات نسل و خون

افسوس یہ وہ حلقہٴ دایم خیال ہے

جس سے بڑے بڑوں کا ٹکنا محال ہے

اسی بزمِ ساحری میں جہالت کا ذکر کیا خود علم کے حواس بھی رہتے نہیں کا
ادب حب دلوں میں بھاتے ہیں دائرہ (۱۴) عقول کو سو جھتا ہی نہیں قفس کے سوا

تاریخ جھومتی ہے مسانوں کے غول میں

وڑھے کسی ناچتے ہیں حوانوں کے غول میں

جس دائرے میں قہرِ قدامت کا ہبوطان جدت کے جرم کو کوئی کرتا نہ ہر معات
بگڑے ہوئے رسوم کا ذہن یہ ہر غلات (۱۵) آوار کوں اٹھائے و باں جہل کے حلاف

آواز اٹھائے موت کی جو آرزو کرے

ورنہ مجال ہے کہ یہاں گفتگو کرے

نوع بشر ہے جو عقوبت پر پوچھیے ۸ سفاک زندگی کی شقاوت نہ پوچھیے

حور حیات و حریت پر پوچھیے ۹ کتار ترقی ہے دل قدرت دلو چھیے

سوسال اگر حزاں کے تو دو دوں ہمارے

قرباں ہجوم رحمت پر دروگار کے

یوں تو علم معاش کا سونہ نہاں ہے اور تکلیفِ حیاں گداری عتیقِ تاناں اور

لب تشنگی تیسے عذابِ خراں ہے اور ۹ اعلانِ امرِ حق کی مگر داستان ہے اور

”گفتارِ صدق مایہ آرا رہی شود ہا“

یوں حربِ حق بلند شود داری شود (ماتک)

ہاں اس بلا سے کوئی ملا بھی ٹری نہیں کیا اس کو علم حس یہ یہ پیتا پڑی ہیں

کستوں کی اس کے لاش بھی اکثر گڑی نہیں ۱۰ اعلانِ امرِ حق سے کوئی شے کڑی نہیں

۷ محرم خود کو جہم میں حوراندہ لے وہ آئے

اس راہ میں حوسرے کھن ماہ لے وہ آئے

تکلیفِ رُتد و کاہتِ سلیعِ الاماں یہ دائرہ ہے دائرہ مرگ ناگہاں

میں ہم یہاں سروں یہ کڑکتی ہیں کلیاں ۱۱ بارِ الم سے بولنے لگتے ہیں استخوان

ہر گامِ حیات کے چہرے کو حق کرے

مراحو چاہتا ہو وہ اعلانِ حق کرے

بیگانہ محدود ہے اسان کی آمد زور؛ بیچیدہ ہر نظر میں ہے اک تازہ جستجو
تھمتی نہیں کہیں بھی تمناے برق خو^(۴) ساقی کا وہ کرم ہے کہ کھرتا نہیں سہو

ارماں کی شاہ راہ میں منزل ہمیں کوئی

اس بحرے کنار کا ساحل ہمیں کوئی

اس لیلیٰ حیات کی اندری دار و گیر ہر لوح اک کہاں ہے ہر ناز اک تیر
اس کے کرم میں بھی وہ حرارت ہے صغیر^(۵) حس کے مقابلے میں جہنم ہے زمہ برد

الٹھے جو اس کے گیسٹو پیچاں کے بال ہیں

لگ جائے آگ دامن قطب شمال میں

امراض سے کسی کا بڑھایا ہے اک دباں آلام سے کسی کی جواں ہے یا ٹھال
اس کو ہے خوب سنگ، اُسے نام کا حیاں^(۶) زوری سے کوئی سنگ کوئی عشق سے ٹھال

ہر سانس ہے نوید عذابِ عظیم کی

گھبرا کے دودھائی خدا لے رحیم کی

اس خوں چکاں حیات کے آلام کیا کہوں قدرت ہمیں مسائے ایام کیا کہوں
دارائے کائنات کے انعام کیا کہوں^(۷) یہ داستانِ مرحمت عام کیا کہوں

کہہ دوں تو دل سے حور کا جہمہ اُٹھے

اور جیہا رہوں تو منہ سے کلچہ نکل پڑے

حسین اور انقلاب

بھرانہ یہ فسانہ آہ دفعاں سے پوچھ ①
 کیا کیا حیاتِ ارم کی ہیں تلخیاں پوچھ
 دودن کی زندگی کا عم اس دآن پوچھ
 کس درجہ ہولناک ہے یہ داستان پوچھ
 تفصیل سے کہوں تو ملک کا پینے لگے

دورح بھی فرطِ سرم سے منڈھلنے لگے

دنیا کی ہر جوتی ہے عم و درد سے دوچار ②
 کیا حار و خس کو وہ تو ہیں مغرب و رگزار
 ہر قہقہہ کی گونج میں ہے چشمِ اشکبار
 سرین و مسترن میں بھی یہاں ہے نوکِ غار
 لئے ہیں جنتِ دلِ معطر پٹے ہوئے

گلِ رنگِ ہمک ہے تڑپِ خنجر پٹے ہوئے

یاراں سرفروش و نگاراں مہ حبیب ③
 کوئے معان و روئے گلِ دیوئے دل نشیب
 آبِ نشاط و لعلِ لب و رطبِ عسریں
 زور و زور و دوکات و دہن در و دریں
 جوتے کمی ہے وہ درد کا پہلو پے ہوئے

ہر گھر ہر نشاط ہے آسویے ہوئے

پیرانِ سائلوس

ہم دیکھ کے ہوشوں کو کیا کہتے ہیں؟ اتنا ہی کہ بس "ملّٰ علی" کہتے ہیں
لیکن یہ غلامِ زر بہ اس ریشِ دراز موقع ہو تو ہر ت کو "خدا" کہتے ہیں

ہر رنگ میں ابلیس سزا دیتا ہے انساں کو بہر طور و غادیتا ہے
کر سکتے ہیں گندہ جو احمق اُس کو بے روح نمازوں میں لگا دیتا ہے

کیا تیغ کی خستکِ زندگانی گزری ۷۰ یارے کی اک شبِ زہائی گزری
دو زخ کے تھیل میں بڑھایا میتا حت کی دعاؤں میں حوانی گزری



جھومی تار یکا رات میرے دل میں بد مست ہوئی حیات میرے دل میں
ساقی نے سب دے کے اٹھایا حور باب گم ہو گئی کائنات میرے دل میں!

ممنوعِ تحریر لطفِ پیہم لینے عصیاں کی گھنی چھاؤں میں بھروم لینے
آواز دو کا شمسیر آپہنچا حوس اللہ سے انتقامِ آدم لینے

یہ رات گئے عینِ طرب کے ہنگام پہ پر تو یہ ٹیڑھایت سے کس کا سرِ حام
”یہ کون ہے؟“ ”حریلی ہوں“ ”کیوں آئے ہو؟“ ”سرکارِ فلک کے نام کوئی یسینام؟“

اے حواسِ شاہی ہے ماعِ رصواں حوروں کا کہیں بیتہ زغلاں کا نشاں
اک کنج میں خاموش و طول و تہا بے چارے ٹہل رہے ہیں اللہ میاں

اب مطربِ دقت کا ترانہ ہے کچھ اور بدلی ہوئی دنیا کا سنا ہے کچھ اور
ہاں ماز کی طبع کی رو کے ہوئے باگ تسیرِ حسِ حاس یہ زمار ہے کچھ اور



اے پھول، مباحثہ مہکائے تجھے اے چاند کبھی گھٹا نہ سنو لائے تجھے
اس نیند کھرے لوتج سے لٹرنہ چل ڈرتا ہوں کہیں نظر نہ لگ جائے تجھے

جلتے دل کو ٹٹول، دھیرے دھیرے اگنی مسد رکھول دھیرے دھیرے
براہ میں رس رہی ہے یاپی برکھا کھوٹی کوٹلیا لول دھیرے دھیرے

تیار ہوں آب، کم گا ہی کے لیے ! آمادہ ہوں اور میری تباہی کے لیے !
میں نے حضرت سے کل جو کی تھی سیکی آج آیا ہوں اس کی عذر خواہی کے لیے



خبریات

ہستیار کہ آفتاب ہونا ہے تجھے یہ میرا انقلاب ہونا ہے تجھے
ہر صبح کو آتی ہے یہ ساقی کی صدا میدار کہ خود متراپ ہونا ہے تجھے

کیا تیغ طے گا گل فغانی کر کے ؟ کیا یا ئے گا تو ہیں حوالی کر کے ؟
تو آتشِ دوزخ سے ڈراتا ہے اہیں ! خواگ کوئی حاتے ہیں یا نی کر کے !

اے رونقِ لالہ زار، واپس آجا اے دولتِ برگ و بار واپس آجا
ایسے میں کہ تو بہار ہے حلدِ دوست اے نازشِ تو بہار واپس آجا

ٹپکتی ہوئی گھٹا صاحبِ آنسو آئی فرقت کا جگاتی ہوئی جادو آئی؛
ہلکا ہلکا دھواں کیلجے سے اٹھا سوندھی سوندھی زمیں سے خوشبو آئی

ناگن سی کر محے۔ ڈسنا ما دل ا باراں کی کسوٹی پہ نہ کسا با دل ا
وہ پہلے پہل جدا ہوئے ہیں محے سے اس دیس میں اب کی نہ رسنا ما دل

چو کا ہے کوئی گار، الہی تو رہے رس میں ڈوبا خسار، الہی تو رہے
سکتے ہیں ہیں کیریویں کی تا میں گویا ہونٹوں کا خفیفت اکھار، الہی تو رہے

حاصلے دالے قمر کو روکے کوئی شب کے یک سفر کو روکے کوئی
تھک کر مرے راتو پہ وہ سویا ہے ابھی روکے، روکے، سحر کو روکے کوئی

کیا آج تعارف میں لگایا کوئی کیا جاسیے کیوں سبھل۔ یا یا کوئی
میں نے جو کہا "جو جس محے کہتے ہیں" آنکھوں کو جھکا کے مسکرایا کوئی

ذہبی مردوں سے دل لگاؤں کیونکر چلتی لاشوں کے یاس حاؤں کیونکر
محرم ہو تو لاکھ بار کرلوں برداشت احمق کا مگر بار اٹھاؤں کیونکر؟

اک فتنہ ہے ناقصوں میں کامل ہونا اک تہرہ ہے وابستہ منزل ہونا
تاریخ کے اوراق جو اٹے تو کھلا اک جرم ہے احمقوں میں غافل ہونا



عشق و حسن

اصوس یہ بس، یہ بدحواسی تیسری دل ہی ہیں روح بھی ہے پیاسی تیسری
ہنستی ہے تو منہ اترنے لگتا ہے ترا کس درجہ مکمل ہے اداسی تیسری

پابند ہر اس کیوں ہے؟ تیرے قراں آشفہ حواس کیوں ہے؟ تیرے قراں
تجھ پر تو ہے انبساطِ عالم کا مدار تو اتنی اداس کیوں ہے؟ تیرے قراں

ہے صبح افق سے جگمگانے والی وعدے پہ ہے ان کے مسکرانے والی
حائیکہ پہر کے چاند ااں سے کہہ دے اس رات ہے دو گھڑی میں جانے والی

خنجر ہے کوئی، تو تیغِ عریاں کوئی صرصر ہے کوئی، تو مادِ طوفاں کوئی
 ”انسان“ کہاں ہے، کس گمے میں گم ہے یاں تو کوئی ”ہندو“ ہے ”مسلمان“ کوئی

جھکتا ہوں کبھی ریگِ رواں کی جانب اڑتا ہوں کبھی کاکھتاں کی جانب
 محم میں دودل ہیں، اک تو مائل بہ زمیں اور ایک کا رخ ہے آسمان کی جانب

آئے گارِ حالے کب زما۔ ایسا؛ آگے کئی صدیوں ہے ترا۔ ایسا؛
 قدرت سے ملا ہے جگو صد حیف یہ حکم بہروں کو سنائے حاصد۔ ایسا؛

مری ہو تو سولی یہ بیڑھانا یارب ! سو مار جہنم میں علا یا یارب !
 مستوق کہیں ”آپ ہمارے ہیں بر رگ“ ناچیز کو یہ دن نہ دکھانا یارب !

قدموں پہ مرے عرشِ معلیٰ بھی سہی خورستید کی انجمن میں درہ بھی سہی
 حوریں حاضر ہوئی ہیں مجھ کے لیے ایجا حاضر کرو، یہ تقویٰ بھی سہی

اکثر انعام قہر بن جاتا ہے یہ بکرِ کثیف ہر س جاتا ہے
 وہ علم کہ اکیر ہے انسان کے لیے مگر ہنم۔ ہو تو رہرس جاتا ہے

حقائق

دل رسم کے سانچے میں ڈھالا ہم نے اسلوب سخن کا نیا نکالا ہم نے ؛
ذرات کو چھوڑ کر حریفوں کے لیے خورشید پہ بڑھ کے ہاتھ ڈالا ہم نے

نومیدیٰ نظارہ انوار بھی جہل امیدِ شہود و شوقِ دیدار بھی جہل
اک قادرِ مطلق کا جہاں تک ہے سوال "انکار" بھی جہل ہے اور "اتکار" بھی جہل

آزادیٰ فکر و درسِ حکمت ہے گناہ دانا کے لیے نہیں کوئی مالے پناہ
اس اثر و تہذیب کے فرزندِ رشید یہ "مذہب" و "قانون" عیاذاً بالشرع

دنیا میں ہیں بے شمار آئے والے آتے ہی رہیں گے روز جانے والے
عرفانِ حیات ہو مارِ کبِ تجھ کو ؛ اسے شدتِ غم پہ مسکراتے والے

کھا جانے چہرہ زرد ہوتا کیوں ہے دل رنج و الم سے سرد ہوتا کیوں ہے
کہ اتنا بھی نہیں ہے معلوم کانٹا چھنے سے درد ہوتا کیوں ہے

رُباعیات



مقائق
عُسن و عشق
عمریات
پیراں سالوس

مُرشید
عُسن اور افکار



گرعی اور دیہاتی بازار

دوپہر، بازار کا دن، گاؤں کی خلقت کا شور
 آگ کی زد، کاروبار زندگی کا بیج و تاب
 شور، ہل چل، غفلت، سہیاں، لو، گرمی، بکند
 مکھیوں کی مھکناہٹ، گر کی ٹوہریوں کی دھانس
 دھوپ کی شدت، ہوا کی یور تیں، گرمی کی زد
 گرم دروں کے شدائد، جھگڑوں کی سختیاں
 ماؤں کے کاندھوں پر بچے گردنیں ڈالے ہوئے
 مام دور لرزے ہوئے خود شید کے آفات سے
 مرد درں گردش میں جلیوں کی صدا سننے ہوئے
 میاں سے موسم کی تیغ لے اماں نکلی ہوئی
 لود کے مارے مام دور کی روح گھبرائی ہوئی
 یوں شعاعیں سایہ استمار سے جھنپتی ہوئی
 آسمان پر امر کے بھٹکے ہوئے ٹکڑوں کا رم
 ہر مردسیر جڑ جڑائیں، ہر صدایں بختی
 سرخ کا درد دھوپ جیسے روح پر عکس گماہ
 خون کی سیاسی شعاعیں امح فرساؤ کا زور
 تند تپ، سرخ ذرے، گرم جھونکے، آفتاب
 بیل، جھوٹے، بکریاں، بھٹیریں قطار اندر قطار
 خریدے، آلو، کھلی، گیہوں، مکد، تریوں، گھانس
 کمیلیں پر سرخ جانول، ٹاٹ کے ٹکڑوں پر جو
 جھکڑوں میں کھانستے ٹوڑھوں کی جلیوں کا دھواں
 بھوک کی آنکھوں کے تارے ییاس کے پائے ہوئے
 ہر نفس اک آنکھ سی اٹھتی ہوئی درات سے
 چھللاتی دھوپ کی رو میں جینے بھننے ہوئے
 ییاس سے انساں و حیوان کی زباں نکلی ہوئی
 دوستوں کی شکل پر سیٹا لگی جھسائی ہوئی
 بے مروت کی سیاٹ آنکھوں کی جیسے روشنی
 لٹے میں بمسک کا جیسے وعدہ جو دکر کم
 ہر جگر بھنٹا ہوا، ہر کھوڑی بیکتی ہوئی
 تیر کر نہیں، جیسے بوڑھے سود جواروں کی نگاہ

شام کا رومان

ہوائے شام جب بھرتی ہے ٹھنڈی سانس مٹھائیں
 فضا کے نرم یرس وقت چھاماتا ہے سماں
 سکتی ہے مرے سے جب گھٹے جھگڑے کے سائے میں
 بلند ویت و آس زرنگ جس کچھ بھی نہیں رہتا
 ٹپک پڑتا ہے جب خورشید آسوس کے گردوں سے
 دل وادی سے اٹھتا ہے دھواں خوش ہلکا سا
 چھپا لیتی ہے خشک وتر کو جتاں ایسے داس میں
 حلقہ اٹھتا ہے جب پہلا ستارہ آگ گردوں پر
 فراز حیرت پر رہ رہ کے جس کو نہ الیکتا ہے
 شفق کو دیکھتے ہی وہ محبت جس کو جگ مینا
 اندھیرے میں لبِ ساحل جو دیوے کھڑکھڑاتے ہیں
 رہیں داسماں جب طلعتوں میں ڈوب جاتے ہیں
 شفق کے ہر نفس اڑتے ہیں ادراقی رتیر میں
 دیا کچھ فاصلے پر ٹٹٹا اٹھتا ہے جب بن میں
 تین ڈھال پرانے اڑتی لیتا ہے اک افروز

مجھے ہر ایک ہی نوحہ خواں معلوم ہوتی ہے
 مجھے حبش میں فزوں کی رماں معلوم ہوتی ہے
 ہوائے سرد میسری ہم رہاں معلوم ہوتی ہے
 یہ دنیا صرف اک دم دگماں معلوم ہوتی ہے
 لبِ جاں پر صدائے الاساں معلوم ہوتی ہے
 یہاڑوں کی طس دی سرگراں معلوم ہوتی ہے
 سترے روح عالم بدگماں معلوم ہوتی ہے
 کھیمے پر مجھے نوکِ سماں معلوم ہوتی ہے
 ادا اسی کارواں درکارواں معلوم ہوتی ہے
 مرے دکھتے ہوئے دل میں حواں معلوم ہوتی ہے
 مجھے گیسرا فی فصل حسراں معلوم ہوتی ہے
 حیات نوحہ اسماں رائیگاں معلوم ہوتی ہے
 مجھے بے تابی عمر رواں معلوم ہوتی ہے
 سیاہی روشنی کی راز داں معلوم ہوتی ہے
 ندی کے موڑ پر اک داستان معلوم ہوتی ہے



گھٹا

اٹھی گھٹا، وہ رنگ و بو کا کارواں لیے ہوئے
 لیے ہوئے پیام جاں ہر ایک رس کی لوند میں
 لیے ہوئے ہوا کے نرم بازوؤں یہ بوستان
 دھواں دھواں لیے ہوئے ملندیوں یہ حیرت کی
 زمینِ تلتے کام کی جماہیلوں کے سامنے
 و فوری سوز و ساز میں ہجوم بیچ و تاب سے
 ہر ایک سو رواں دواں کہیں یہاں لکھی دہاں!
 صدائے رنق و رعین، تلتے تند و تیز میں
 ہوا میں ابرنڈتی ہوئی فصا میں جھومتی ہوئی
 ہشتِ حسن و عشق کو، جہاں رقص و کیف کو
 حریم و کیف سرخوشی میں، یردہ ہارنگ میں
 ادا دماز و دلبری کی رنگ سیر چھاؤں میں
 لیے ہوئے ہواؤں پر سیاہ و سرخ کشتیاں
 لیے ہوئے ملندیوں یہ دلوئے حیات کے
 سیاہیوں کے سلسلے میں، تیرگی کی موج میں
 کدھر پہ خوش ادلیاں رواں ہیں مجھے میکدہ

حلو میں کائنات کی حوانیاں لیے ہوئے
 ہر ایک رس کی بو میں پیام جاں لیے ہوئے
 ہوا کے نرم بازوؤں پہ بوستان لیے ہوئے
 بلندیوں یہ حیرت کی دھواں دھواں لیے ہوئے
 تراب لالہ رنگ کی گلاسیاں لیے ہوئے
 رقیق و نرم دامنوں میں بجلیاں لیے ہوئے
 مٹاں توخ و دستگ کی سی توحیاں لیے ہوئے
 نذاعِ حسن و ہوش کی کہانیاں لیے ہوئے
 نکل و تکیہ کی ساہیاں لیے ہوئے
 فصائے رنگ میں کتاں کتاں لیے ہوئے
 سود و تن معجون کی مستیاں لیے ہوئے
 نئی نئی حوایوں کی مھکیاں لیے ہوئے
 ہوا سے تند کشتیوں کے بادماں لیے ہوئے
 حیاتِ کس دلوئے ملسدیاں لیے ہوئے
 حنوں فردوس کا کلوں کی داتاں لیے ہوئے
 سیاہیوں کے عاتق یہ سرحیاں لیے ہوئے

برسات کی چاندنی

چاندنی ہمالیاب، ساٹا، پیسے کی صدا،
 دشت پر چھائے ہوئے ذوقِ جنوں کا ولولے
 چاند میں معصوم بچے کے تبسم کی ادا،
 فصلِ سرما میں سحر کو غسل کر چکنے کے بعد
 رنگ ہو جیسے کسی معشوق کا نکھرا ہوا
 سینہ امواج میں سیال چاندنی کی تڑپ
 طاقی گل میں قطرہ تبسم کا جھوٹا سا دیا
 دشت کی خوشبو، فضا کی تار کی ٹھنڈی ہوا
 دلربا میدان کا دامن اس میں ڈوبا ہوا
 وہ طرب کا دورِ کرب افزا، کہ تھا بھولا ہوا
 مینہ کے جھیلنوں کے اثر سے آسمان گھٹلا ہوا
 جھومتے پودوں سے آتی ہے جوانی کی صدا
 چاند ہے اس طرح قلبِ آب میں ڈوبا ہوا
 لڑش مہبائیں جھلکے جس طرح تے کی روح



یومِ بہار

اے ہم نشیں! وہ جوشِ نئے ارغواں ہے کج
 مہبائی لیک بوند میں کون دمکاں ہے آج!
 ہر مغموہ کمرِ قصاں ہے ہر طرحِ لہو
 جیتم و چراغِ سلسلہ قدسیاں ہے آج
 جس پر نثارِ موجِ تسمیم و سبیل
 بکھری ہوئی وہ کاکلِ عبرتِ شاں ہے آج
 انثرے سیلِ نعمہ و طوفانِ رنگ و بو
 صبح ہوا میں مہبشِ سخنِ جواں ہے آج
 شکرِ خدا کہ طرہِ طرفِ کلاہِ دوست
 متعل فرورِ مجلسِ روحانیوں ہے آج
 پھر چہرہٴ بشر ہے رنگِ انوہیت
 یعفرِ فرشِ خاک پر سرزدِ بیاں ہے آج
 ادبِ فلک یہ موجبِ ابرسکِ خرام
 محسوس میں جلوہٴ سرورِ رواں ہے آج
 وہ دھتِ در کہ تخیِ خمِ رنگیں میں متکلف
 صد شکرِ صدرِ اکبرِ مے کشاں ہے آج
 اب ری تسمیم کا کلِ تب رنگ و بوئے عود
 دوشِ مہابہ دولتِ مانعِ جناں ہے آج
 ہندوؤں کے ساتھ بیچِ دو عالم ہے رقص میں
 یومِ طوائفِ کعبہٴ رطلِ گراں ہے آج
 ہرگز و کے فرقِ پرکچ ہے کلاہِ ناز
 زیرِ نگینِ زمیں ہے قصبے میں آسماں
 ہر خشکِ دتر میں گونج رہی ہیں حکایتیں
 رہ رہ کے اُڑ رہا ہے سیح و حضر کا رنگ
 اے خوشِ رزلے میں ہے قہرِ تعینات
 کیا حالے کس لاس میں عمرِ طاں ہے آج
 دلِ مادرِ لے قیدِ رماں و دمکاں ہے آج

نظر جھکائے عروسِ فطرتِ حبیب سے زلیں ہٹا رہی ہے
 سحر کا تارا ہے زلزلے میں افق کی لوتھر تھرا رہی ہے
 روشِ روشِ نغمہ طرب ہے، عینِ حینِ جنِ رنگِ دبو ہے
 طیور شاخوں پہ ہیں غزلِ حواں کی کلی لگسا رہی ہے
 ستارہ صبح کی رسی جھپکتی آنکھوں میں ہیں مٹانے
 نگارِ مہتاب کی نشیمنی نگاہِ جادو حکا رہی ہے
 طیورِ بزمِ سحر کے مطرب، چمکتی شاخوں پہ گار ہے ہیں
 نسیمِ دردِ دس کی ہیلی، گلوں کو جھولا جھلا رہی ہے
 کلی یہ بیلے کی کس ادا سے پڑا ہے تبسم کا ایک موتی ،
 نہیں یہ ہیرے کی کیل پہنے کوئی پری مسکرا رہی ہے
 سحر کو مدِ نظر ہیں کئی رعائیتیں حینِ خوں فشاں کی
 ہوا سیاہاں سے آنے والی، لہو میں سرخی بڑھا رہی ہے
 قتلہ کا پہننے ہوئے گلابی ہر اک سبک پکڑی حین میں
 رنگی ہوئی سرخ اوڑھی کا، ہوا میں یو مسکرا رہی ہے
 فلک یہ اس طرح جھپ رہے ہیں ہلال کے گرد پیش تلے
 کہ جیسے کوئی نئی لوبلی حبیب سے انسان جیٹا رہی ہے
 کھٹک یہ کیوں دل میں ہر چلی پھر چمکتی کلیو! ذرا ٹھہرنا
 ہوائے گلش کی نرم رو میں یہ کس کی آواز آرہی ہے

رنگ و نکتہ



ایلی صبح
یوم تہوار
رسالت کی یادیں
گمنا
شام کا زمان
گرمی اور یہاں امار

الاماں توتی دید کی یو رست بڑھ گئی اور خوں کی گردش
 ایسی حدِ وفا ہوئی محسوس اس کی آواز یا ہوئی محسوس
 جیفا گئی مام و در یہ رعنائی پُ دل میں لی دلوں نے انگریزی
 جل اٹھی شمع دل کے محبس میں صبح گویا ہوئی بنارس میں
 فرطِ شادی سے ٹوٹا سا گیا دل میں احساسِ شادمانی کا
 تارِ لٹروں کے دم بہ دم کا نیچے لڑکھرائی زباں، قدم کا نیچے
 نہ رہا سلسلہ وہ آہوں کا رستہ سمٹا مری گھاہوں کا
 آئے وہ، اشکِ تنہم گئے بارے چاند نکلا، سک ہوئے تارے



چاند کے انتظار میں تارے

کس نے وعدہ کیا ہے آنے کا حس دیکھو غریب خانے کا ہا
 روح کو آئینہ دکھاتے ہیں درو دیوار سکر اتے ہیں ؛
 آج گھر گھر بنا ہے پہلی مار دل میں ہے خوش سیتلی میدار
 غرق ہے روح خوش حالی میں نظم ہے طبع لا امالی میں
 جمع سماں ہے عیش و عشرت کا حوف دل میں فریب قسمت کا
 سو رہ قلب کلیم آنکھوں میں اشک امید و سیم آنکھوں میں
 جیتم رراہ شوق کے مارے چاند کے انتظار میں تارے
 رات بھگی، استغفہ ہار ہوا رنگ کلیوں میں آسکار ہوا
 ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں میں بجلی ہلکی ہلکی مہک جیسلی کی ؛
 وعدہ حمال بن گیا جی کا رنگ امید ہو جیلا پھیکا
 اک جہاں جیتم تر میں گر دہوا دل وہ دھڑکا کہ رنگ زرد ہوا
 دفعۃً اک چمک سی دوڑ گئی نام دور یہ جھلک سی دوڑ گئی
 دل میں جھکی امید کی بجلی اُگیاں اور ہو گئیں ٹھنڈی

ساون کے مہینے

فردوس بنائے مرے ساون کے مہینے
 ماتھے یہ ادھر کا کل ثولیدہ کی لہریں
 مینہ جتنا رستا تھا سرد امین کہسار
 انثرے یہ فرمان کہ اس مست ہوا میں
 وہ موس و مخوار تھا حس کے لیے برسوں
 گل ریز تھے ساحل کے چلکے ہوئے یوں
 بارش تھی لگاتار قویوں گرد تھی مفقود
 دم بھر کو کسی تھمتی تھیں اگر سرد ہوائیں
 بھر دی تھی چٹانوں میں بھی غمچوں کی ہی رمی
 گیتی سے اٹتے تھے تمنا کے سیلے ؛
 کیا دل کی تمناؤں کو مربوط کیا تھا
 مدلی تھی ملک پر کہ حنوں خیر جوانی
 شاخوں پر پرندے تھے جھٹکتے ہوئے شہر
 اس فصل میں اس درجہ رہا ہے خود دربار
 کیا لہو فانی تھا کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا
 اک گل روح دشر میں مدن و سر وہی نے
 گردوں پہ ادھر ابر خراماں کے سفینے
 اتنے ہی زمیں اپنی اگلی تھی دھینے
 ہم منہ سے دبولیں گے اگر پی نہ کسی نے
 مانگی تھیں دعائیں مرے آغوش تھی نے
 گل رنگ تھے تالاب کے ترستے ہوئے زیہ
 جس طرح مئے ناس و حل حال تھیں سینے
 آتے تھے جوانی کو پیسے یہ پیسے ؛
 اک فتنہ کونیں کی نازک مدنی نے
 گردوں سے برستے تھے محبت کے قربے
 سرے یہ جھلکتی ہوئی ساون کی حضری نے
 بوندیں تھیں زمیں پر کہ انگوٹھی کے نگینے
 ہروں میں لطیف اپنے احوالے ہوئے پیسے
 میحالے سے باہر مجھے دیکھا نہ کسی نے
 دی کئی ہی آواز حیات ابدی نے

اے درسِ آدمیت، اے تساعری کی جنت
 اے روحِ منفِ نازک، اے شمعِ برمِ عالم
 اے تو کہ تیری نازک ہستی میں کام آئی
 چستم و حیراغِ صحراء اے نور دست و دوا دی
 لستی میں تو حو آئے اک حشر سا سیا ہو
 رمدانِ مادہ کس کے ہاتھوں کا جھوٹا
 نظروں سے اتقا کے رسم و رواج اتریں
 آئیں ہوں افکالتاں، نالے تیرے فناں ہوں
 شہروں کے مہوتوں پر اک آسماں ٹوٹے
 اس سادگی کے آگے نکلیں دلوں سے آہیں
 تیری ادا کے آگے ترما کے مہ جیسا ہیں
 تیری لطر کی رو سے ہو جائیں خستہ و گم
 اس داماں کے رخ کو بے آبِ رنگ گے
 کتنی ہی قسمتوں کے مدے فلک نوختے
 تصنیف ہوں ہزاروں جیتے ہوئے مانے
 تیرے یکاریوں میں میرا بھی نام ہوتا
 اے صانعِ ارل کی نازک ترین صنعت
 اے صبحِ روئے خنداں، اے شامِ زلفِ برہم
 قدرت کی انتہائی تختیوں کی ربانی
 رنگیں جمالِ دیوی، جنگل کی تارہادی
 آبادیوں میں طویل، شہروں میں غلفہ ہو
 تسبیحِ تنبیخِ الجبے، توبہ کے عزمِ ٹوٹیں
 رہا دے عمامے، شاہوں کے تاج اتریں
 کیا کیا شاعروں کے ملبوس دھجیاں ہوں
 یرور وہ تمدنِ مستود کی بقیں چھوٹے
 حلقہ جائیں دلبروں کی خود خستہ ہیں
 نلیے ہوئے کرتے، تولی ہوئی ادائیں
 مستحق و مزاولت کے یالے ہوئے تبسم
 دنیا کو حس تیرا میدانِ جنگ کر دے
 خوں اور دوستی کے کٹ جائیں کتے رستے
 ان اکھڑیوں کی زبرد پر کانپیں ترابِ حالے
 اے کاتس جنگلوں میں میرا قیام ہوتا

ابرو ہلال، ہیگوں، حاش کجش، روح پرور
 آہنگاہ، نورس، گل گون، بہتت سیم
 غارت گر تحمل، دلسوز، دشمن حاش؛
 گلش دروغ، کس، مخمور، ماہ یارہ
 ہر مات ایک انصوں، ہر سانس ایک جادو
 میرا کی زیب و زینت، فطرت کی نور دیدہ
 چہرے یہ رنگِ تمکیں، آنکھوں میں قراری
 لوہا تیاے والی جلوؤں کی صوفسانی
 ڈولے ہوئے سب اغناسِ مسامت میں
 حس ارل ہے غلطاں شاداب یکطرفی میں
 حوریں ہزار دل سے قربان ہو گئی ہیں
 جیسے ستم گری سے نا آشنا جہیں ہے
 ہر چہرہ یہ گاہیں حیرت سے ڈالتی ہے
 آئینل منہا لے میں یوں مل سے کما رہی ہے
 کچھ دیر تک تو میں نے اس کو نور دیکھا
 گاڑی سے میرا تر کر اس کے قریب آیا
 لعل بدن، پری رخ، سیمیں عذار، دلبر
 یاقوت لب، صدف گون شیریں، بلند بالا
 پروردہ مناظر، دوشیزہ میاں؛
 ”دلبر کہ در کعبہ اوموم است سگ عارا،“
 قدسی قریب تر گاہیں، یرداں تنکار گیسو
 رسات کے ملائم تاروں کی آفریدہ؛
 ایمائے سینہ کوئی، فرمانِ مادہ خواری
 سکے ٹھلنے والی اٹھتی ہوئی حوانی؛
 یالی ہوئی گلوں کے آغوش تربیت میں
 یا جاں ڈر گئی ہے جھگل کی تازگی میں
 رنگینیاں سمٹ کر ”اسان“ ہو گئی ہیں
 میں کون ہوں؟ یہ اس کو معلوم ہی نہیں ہے
 رہ رہ کے اڑنے والی یاد رہنمائی ہے
 گویا ٹھہر کر انگریز آ رہی ہے؛
 غش کما رہی تھی عقی، جیکار ہی تھی دیا
 طوفان نے خودی میں میری رماں کلا

جنگل کی شہزادی

میوستان ہے جردل میں وہ تیر کھینچتا ہوں اک ریل کے سفر کی تصویر کھینچتا ہوں
 گاڑی میں لگتا مسرور جا رہا تھا اجیر کی طرف سے حیران رہا تھا
 تیزی سے جنگلوں میں یوں ریل جا رہی تھی ایسی ستار ایسا گویا کسا رہی تھی
 حریفید عجیب رہا تھا رنگیں پہاڑیوں میں طاؤس پر سیٹھ بیٹھے تھے جھاڑیوں میں
 کچھ دوریر تھا یا نی ہو جیں رکی ہوئی تھیں تالاب کے کنارے ساحلین جنگلی ہوئی تھیں
 لہروں میں کوئی جیسے دل کو ڈور رہا تھا میں سو رہا ہوں ایسا محسوس ہو رہا تھا
 اک کیف موج پر در دل سے گزر رہی تھی ہر چیز دلبر سے یوں قفس کر رہی تھی
 تھیں جھمتی کر کے سب وادیاں سنہری ناگاہ چلتے چلتے جنگل میں ریل ٹہری
 کانٹوں یہ حوصلہ بورت اک مانسری ڈری ہے دکھا کہ ایک لڑکی میدان میں کھڑی ہے
 زادہ فریب، گل رُخ، کافر دراز مڑگاں سمیں مدن، پری رُخ، نوخیز جھترساں
 حوتس جیم، حوصورت، حوتس صبح، ماہ یکہ مازک بدن، شکریا، تیریں ادا، فسوں گر
 کافراد، ٹنگفتہ، گل سیریں، سسوں سروچمن، ہبی قد، رنگیں جمال، حوتس رد
 گیسو کند، ہوتس، کافور فام، فاقل نظارہ سور، دل کس، مرست، شمع غفل؛

حَادِثَاتُ



آدم کا نزول

درہ درہ سے اٹھی اک تازہ صبحِ زندگی آسمانوں نے علم کھولے زمین سے سانس لی
 بھاپ بن کر چھائی میدانوں پر صبحِ کربور دید کی خاطر پہاڑوں نے اٹھائے اپنے سر
 سسٹائی سیدہ فولاد میں تیغِ دو دم پتھروں میں کمنائے نازا شیدہ منم
 خفتہ میدانوں میں تہروں کا تخیل جاگ اٹھا ایک پر تو سادہ رو دوپوار کا پڑنے لگا
 یسوی تمبیر کا رخسار نہ دیے لگا گونج اٹھی کہسار کے سینے میں تیشے کی صدا
 حکمِ قدرت کو لیے صبح ہوا آنے لگی "بادب، باہوش" کی پیہم صدا آنے لگی
 ذوقِ ایجادات و صنعت کا گل کھنے لگا آئی قبلِ عالم خاک کی سے "دو دوں دوں" کی صدا
 اپنے میثاقِ اطاعت کو سنائے کے لیے آئیں ساری قوتیں عالم کی صفِ بانٹے ہوئے
 سامے آ کے استیائے بتائے ایسے نام ہو سکتے سیرے عنان مرے کیا تحک کر سلام
 تمدنِ فنانوں کی اکڑی گردیں جم ہو گئیں احتراماً قدِ آدم، بحر کی موجیں اٹھیں
 رک کے کشتی میں خواصِ این آں بحرِ خراج نذر کو آیا قوائے کار فرما کا مزاج
 جھک گئی ہستی مودب ہو گئے ارم و سما شاہداں دہرنے وا کر دیے بند قباہ
 رکتی کو سیدہ اظمت میں راہیں مل گئیں خاک کے در کھل گئے، کانوں کی باجیں کھل گئیں
 نو عروسِ دہر، زلفوں کو رہم کر دیا جانبد مجرے کو جھکا، سورج نے خرم کر دیا

تسم صبح بہاراں ہے تنوع لے مہر
نارن تنکت قطب و تناسات کہسار

سیل آفات کے دھارے یہ جیساں
جیمہ اللہ بالیدہ دھارے سرود

دوستو فعل بہاراں کی ہواے جولاں
فرست محقر صحت یاراں شتاب

ورست تناس میں ہر لمحہ احتسبیں
لس معراب و دام سے کھکتا ہزار

وصل کی جید بہاروں کے علاوہ چرات
حسن کجشا ہے دل سادہ لے رحمت کا طاب

اس کہاں مشعل و مداں و چراغ آیات
عزت اعظم یہ فرستوں کی متاع طاعت

حاک بر حضرت اسان کی ملاقت کا علم
درس تہدیہ اٹھا ہے بغاوت کا خرد و تن

آبِ خم خایہ بستی و شراب ہستی
برگ سرور و رق لستریں و شمعہ بخت

دہر کو یا ترک حیثیم غرالاں کے حضور
خوش سا کار و کارگرد کا فرگشتار

نفس دس و گریباں ہے یہ معلوم نہ تھا

رودن کاہ سکھاں ہے یہ معلوم نہ تھا

مرگ العاس مدامان ہے یہ معلوم نہ تھا
سائبر گریراں ہے یہ معلوم نہ تھا

دس جیب و گریباں ہے یہ معلوم نہ تھا
تا اند ماہم یاراں ہے یہ معلوم نہ تھا

گریہ گوشتہ تناس ہے یہ معلوم نہ تھا
حادہ تہر حرمستان ہے یہ معلوم نہ تھا

اک سلسل تناس ہجران ہے یہ معلوم نہ تھا
وہی اک قطرہ کاغذوں ہے یہ معلوم نہ تھا

فکر عارت گریباں ہے یہ معلوم نہ تھا
علم آدم سے یتیمان ہے یہ معلوم نہ تھا

جمنش داس عسیاں ہے یہ معلوم نہ تھا
'اہیں' حکمت یرداں ہے یہ معلوم نہ تھا

تسم گور عریساں ہے یہ معلوم نہ تھا
جادیر قمر بہاراں ہے یہ معلوم نہ تھا

حقت سرمہ و روتاں ہے یہ معلوم نہ تھا
قطرۂ صاحب ایمان ہے یہ معلوم نہ تھا

ارم کے تذکرے کس کس منزے
حنائی ریش مٹھی میں پر ذکر
جبیں گہوارہ انوار یزداں
زباں آئینہ خلق ہمیں
مگر آنکھوں میں ہلکا تبسم
ریا کی پیشگیں، اللہ اکبر

نوحہ آگاہی

زندگی رشتہ سوزاں ہے یہ معلوم نہ تھا
موت کی لرزش ترگاں ہے یہ معلوم نہ تھا
سرئی قشقہ اشاداب و فروغ اتناں
شعلہ اکسوت انساں ہے یہ معلوم نہ تھا
جادوے لعل لب و شعبدہ گوشہ چشم
قتلہ شہر طریفاں ہے یہ معلوم نہ تھا
دائے رہل کہ ہر زمزمہ صبح و طہ
نوحہ شام غریباں ہے یہ معلوم نہ تھا
لوئے گل، ذک سناں ہے، یہ خبر تھی کس کو
برج محل خمبہ بڑاں ہے یہ معلوم نہ تھا
عمیمہ حمادہ خس ہے یہ گماں تھا کس کو
نغمہ گل ماگ پریشاں ہے یہ معلوم نہ تھا
ہر گہرا شک پتیاں ہے، کسے تھا یہ خیال
کوچہ فقر میں ہر دیدہ من کار و رنگ
بے حسی شاہِ رماں ہے یہ نظر تھی کس میں
گل تاداب ہے اک گریہ حنداں ہمار
سار اک حندہ گریاں ہے یہ معلوم نہ تھا
تسہ احول رنگ حاں ہے یہ معلوم نہ تھا
شعرا رنگ حوائی کی جس ساز ترنگ
وہس لوح کا طوفاں ہے یہ معلوم نہ تھا
جس کس پر ہے رذاں کتنی عمر اسان

مولوی

ہوئی اک مولوی سے کل ملاقات تسمیہ قبۃ و تصویر منبر؛
 دی ہوں گے جو فردوس ری میں خدا کے فضل سے حوروں کے شوہر
 عامہ رسرد صواک در عیب اٹکا پانچ اسماء و لقب در بر
 حاسے ریش سرخ آنکھوں میں سرمہ لٹیں ہبکی ہوئی، ر لیں معطر
 جھکے تانے یہ جو خانے کا رومال عمار کے سد میں تسبیح احمر
 کتادہ صدر اور کوتاہ گردن شکم پر رعب، قدر شکبہ صوبہ
 لٹیں کھری ہوئی، آنکھوں یہ عیبک لیں ترستی ہوئی، داڑھی شکم پر
 عمار غائب گوں، دھانی عامہ مگوری مد میں اب حوں کسوتر
 جبین کا داغ، اک دہکی ہوئی رات کمر کا گھیراک سمٹا سمدر
 تروں کی چاہ میں ہم رشک عجبوں خدا کے عشق میں وہ دیو پیکر
 دھڑکے میض سے تاداب داڑھی خدا کے حوت سے چہرہ گل تر
 سحر دے ریا، ماتھے کی میدی درود ماصعا، ہونٹوں کا پوڈر
 ادا امر کی تمنا، ہجو نواہی حدیثیں سر رماں، قرآن اذہر

گودل ہے اور دورِ عموری کا حلقہ تار سیسہ ہے یاش یاش تو داس ہے تار تار

ہر تار زخمِ دشمن ہے، ہر صبح نوکِ مار بھرکھی سیار و نار کا عاری ہے کاٹبار

کچھڑی ہیں مال، بھرکھی دہی تغلِ خام ہے

سیسے میں زلف و سنخ کی وہی صبحِ شام ہے

اے زلفِ مشک پر دروئے رے ماہ مار اے شامِ نجمِ عشوہ و اے صبحِ مہر کار

اے رقصِ حُر، سر و صبا، لمسِ آبِ تار "گوئیں رہا رہیں ستم ہائے روزگار"

"لیکن ترے حیاں سے غافل نہیں رہا"

اما کہ رہیں گرمیِ عملِ ہمیں رہا؛

خلوت میں بھی ہوں گرمیِ عمل لیے ہوئے ہر اک قدم میں دولتِ منزل لیے ہوئے

مدد ہے کہ ہوں دماغ میں بھی دل لیے ہوئے مقتل میں بھی ہوں یرودہِ عمل لیے ہوئے

ہم گامہ و عا میں کمی دم ٹوٹتا اسیں

حلیِ متینِ زلفِ رسا جمودِ طاہر اسیں

کام و دہس کو قرب ہے گو حاکمِ نہر سے نو آ رہی ہے موت کی انفاسِ دہر سے

نکر ہے دیوِ جبر سے، طاعتِ قہر سے عامل ہیں ہوں بھرکھی گاراں شہر سے

عموں کی دھس ہے دہر کی اس کاؤں کاؤں میں

بھولوں کو میں رہا ہوں بولوں کی چھاؤں میں

کرتا ہوں چاک دامن شاہانِ تند خو اوریوں کہ تا ابد نہ کبھی ہو سکے رفو؛
 میری رس ہے اور سلاطین کا گلو غلطاں ہے میرے جام میں حمشید کا لہو
 رہتا ہوں مست مادہ گلگوں سے ہوئے

دش کس یہ سرح بھر ہر لیے ہوئے
 یہ عمر اکھٹا، یہ طعیانِ مکرو و جنگ یہ سیلے دریل، یہ طوفاں لے درنگ
 یہ جوئے حوں کہ دنگ ہو جس سے مروی لنگ یہ کھری رس رہا ہے مرے دل یہ آئے رنگ
 جس کو ہنک ہے رعبِ ستاں سے ملی ہوئی
 جیسے میں آج بھی ہیں وہ کلیاں کھلی ہوئی

دستِ سیاسیات میں آتش چکاں بھی ہوں کوئےِ حالیات میں گو ہر فتاں بھی ہوں
 گل رنگ و قمار بھی تبیع و سلا بھی ہوں ہاں مکر و حد بھی، مطیعِ ستاں بھی ہوں
 کہ صبح و شام راہ سے بھٹتا نہیں ہوں میں
 پر مرکبِ حمال سے بھٹتا نہیں ہوں میں

مردوں کی طرح دیر سے ہوں گرم گیر و دار آتشِ فناں و ورقِ چکاں و سرارہ مار
 لیکن دروں مکر و سمیت و استوار اک ہاتھ میں حراں ہے تو اک بات میں ہمار
 آوارِ طیلِ حگ کی رو میں عاصی ہے
 کچھ حوں ہی ہیں ہے حلو میں صامی ہے

انچاسویں برس میں ہے گو عمر کا قدم دل میں وہی تڑپ، وہی دلولوں میں رُم
 ہر سو ر میں ہے ساز جوانی کا زیر و بم آتی ہے آسماں سے یہ آواز دم بدم
 دجنے : دے گماں سے ہرگز یقیں کو

اٹھ قوت و حیات سے کھر دے زمیں کو

میں فطرۃ ہوں بندۂ اصنام آدمی اور خیر سے ہے بیشہ آباسیہ گرمی
 اس وجہ سے ہے عشق میں بھی شاہِ معدنی یہلو میں میرے دیو تو زانو یہ ہے یری
 لطیفِ محال یا یہ، سرخشت و سنگ یر

اک ہاتھ ہے رام پر، اک طبلِ مگ پر

اہلِ وطن کے درد سے آکھیں ہیں ٹھکنا آلودہ سرخک ہے مہبائے زرنگار
 مہمیں سیاہ پوش، تو شاہیں ہیں سوگندار اکثر خوشی کے وقت کسی روتا ہوں راز راز
 نصرتِ غریب کو ہو یہی بس جوں ہے

ہر چندان رگوں میں امیر و گناہوں ہے

یہ کون پٹہ رہا ہے مری برم میں درود؟ یہ کیا کہ میری ذات میں اسے عالمِ تہود
 انسانیت ہے خوب امارت کے ماوجود "مارا ازیں گیاہ ضعیف این گماں نہ بود"

ہاں دتیں قوی و رفیقِ ضعیف ہوں

خود ایسی سلالیے لہو کا حریف ہوں

ہمت ٹکن نشیب، میرا آزمائش فراز عقدے گرہ کٹا، تو حوادث ہیں کارساز
 افتخار ہے میرے ذہن یہ دار و رس گاراز وہ قامت بلند ہے، یہ گیسوئے دراز
 دار و رس کے نام سے اور میں رمیدہ ہوں

ناگن سے کیا ڈروں گا کہ کاکل گریدہ ہوں

پتھر کو توڑتی ہے مری منزلت شبو خاص سے میرے عقدہ مشکل ہے زرد زو
 ہر چاک بختا ہے مجھے دوست رفو خود اپنے خونِ گرم سے کرتا ہوں شست و شو
 گم ہوں تعلیمات میں یوں کائنات کی
 جوئے اجل بھی موت ہے آبِ حیات کی

ہر تے نظر فروز ہے میری نگاہ میں ؛ منزل کا گل کدہ ہے جو کانٹا ہے راہ میں
 درہائے تاج مصر ہیں میری کلاہ میں ہر چند غوطہ زن ہوں مصائب کی یا میں
 ہوں چاہ میں بھی آسمان سے پیسے ہوئے
 پانی ہے لوئے دامنِ یوسف لیے ہوئے

مددِ یسعی ہے حسِ محسوس مرے لیے ؛ زکیر عم ہے گیسوئے یرخ مرے لیے
 شمسیر ماہِ دسال ہے مرہم مرے لیے گھس وقت کا ہے قطرہٴ نسیم مرے لیے
 پٹری جمی ہے یوں ذلِ آفتہ کار کی
 سانسِ ابلق لیلِ دہسار کی

رقصندہ آرزو ہوں، چلتی ہوئی امگ بہکی سی جاں ہوں، تو بدلتا ہوا سازنگ
میری روانیاں ہیں کہ طغیاں موج گنگ غلطاں ہیں مجھ میں گوہر عا شا ک لعل سنگ

ہتا ہوں بحر زلیت کے دھائے لیے مئے

قطرات کی گرہ میں شرارے لیے ہوئے

وہ نعمہ ہوں کہ جس کی ہیں کوئی ایک نئے وہ نالہ ہوں کہ ہو ہیں سکتا خود قہ نئے

دل میں ہاں ہے دہر کی ہر سرد گرم تے تریاق و زہر و نرم و زہر آب و قند و نئے

ساعر کا دل فقیر نے اور لکیر کا

سگم ہوں رو دہائے حدید و حریر کا

دابستہ، گاہ خوش ہے ہوا، گاہ زشت ہے دوزخ سے رط، گاہ تعلق بہشت سے

کئے سے اس، گاہ عقیدت کست سے گوہرے کھیلتا ہوں، کھمی سنگ و حست سے

خاک و حزن بھی حبیب میں ہیں ہر وہا بھی

رد ہر ار پیٹہ گدا بھی ہے، ستا بھی

دل میں ہے رہرنی کا، کھی رہرنی کا رنگ سر میں کھی خودی کا، کھی نے خودی کا رنگ

کروں کا رنگ ہے، تو کھی میاندنی کا رنگ عاشق کا روپ ہے تو کھی فلسفی کا رنگ

یہ تنا عری ہے، عرش کی مازی گری نہیں

یعنی خدا کو اسے، پیغمبری ہیں

بوستاں میں صبا کا جیلنا دیکھ سبزہ و سرو کا جھلنا دیکھ
 تبسم آلود کر سخن کا لباس یکہ دھندلکے میں بونے گل کی مٹھاس
 شاعری کو کھلا، ہوائے سحر! اس کا نطق ہے تیری گردن پر
 رقص کی لہریں ہو گم لب نہر یوں ادا کر عروسِ سنو کا ہنر
 مدد بکروستاں کے نقشِ نگار ذہن میں کھول مصر کا مار مار
 نرم جھوکیوں کا آبِ حیاں دینی لڑے گل، رنگِ شہنشاہِ پنی
 گلِ غنا کر، نظر اٹھا کر دینی صبح کا شیر و غدا کر پنی ؛
 تاکہ مجھے کو آئیں کل برکات دولتِ جسم و علم و عقل و حیات
 یہ نہ طعنہ، نہ یہ اُہنا ہے ایک نکتہ لبس اور کہنا ہے
 عیبِ نور ہو کہ کثرتِ نور ظلمتِ تام ہو کہ سعلہٴ طور ؛
 ایک سا ہے مال و دونوں کا تیرگی ہے مال و دونوں کا
 در حورِ صاحبِ مال ہیس ہر وہ شے جس میں اعتدال ہیں
 شادمانی سے پی نہیں سکتا جس کو ہو کا ہر جی نہیں سکتا
 اے لیر، اے برادر، اے ہم راز من نہ اس طرح دُور کی آواز
 کوئی بیمار تن نہیں سکتا خادمِ خلق س ہیں سکتا
 خدمتِ خلقِ فرس ہے تمہیر دورِ مامی کا قرض ہے تمہیر

عصر حاضر کے متاعِ حود دار قرصِ داری کی موت سے ہشیار
 دہنِ انسانیتِ اعمار کے حا زندگانی کا قرصِ اتار کے حا
 تجھ یہ ہندوستانِ ماز کرے عمر تیری غذا دراز کرے



جَمَالِ وَحَلال

کیوں اک طرف ہی کھیچتے ہو دوستاں تو اک وضعِ یرہیں ہے مرے دلوں کی رو
 کئے کاندھوں تو کبھی مت کدے کی صو گرتی ہے گاہ برف، بھلتی ہے گاہ نو
 دریا ہوں اک مقام پہ رہتا ہوں میں
 اک خطِ مستقیم یہ ہوتا نہیں ہوں میں
 ہمارا متاع ہے، ہمارا معاد وہ خطِ محمود ہو، یا عرصہ جہاد
 وہ راہِ رگ و مار ہو، یا کوئے رقیِ ماد ہمارے حیات ہے، ہمارے مراد
 یہ ہم مسافرت ہی میں رہنے سے کام ہے
 دن ہو کہ رات خبر کو ہے سے کام ہے

بوستان میں صبا کا جیلا دیکھ سبزہ و سرو کا جیلا دیکھ
 تبسم آلود کر سخن کا لباس جھک دھڑلے میں لڑنے گل کی مٹھاس
 شاعری کو کھلا، ہوائے سحر! اس کا نطق ہے تیری گردن پر
 رقص کی لہریں ہو گم لب نہر یوں ادا کر عروسِ شعر کا ہنر
 حدب کہ بوستان کے نقشِ نگار ذہن میں کھول معرکا مار مار
 برمِ جھوٹوں کا آبِ حیاں اپنی لڑنے گل، رنگِ تبسمِ تانِ اپنی
 گس گنا کر، نظر اٹھا کر اپنی صبح کا شیر و غدا کر اپنی
 تاکہ عمرے کو آئیں گل برکات دولتِ جسم و علم و عقل و حیات
 یہ نہ طعنہ، نہ یہ اُہنا ہے ایک نکتہ لبس اور کہنا ہے
 فیبتِ نور ہو کہ کثرتِ نور ظلمتِ تام ہو کہ ستعلیٰ طور
 ایک سا ہے دمال و دونوں کا تیرگی ہے مالِ دونوں کا
 درحور صاحبِ مال نہیں ہر وہ تے جس میں اعتدال ہیں
 قادمانی سے پی نہیں سکتا حس کو ہو کا ہو جی نہیں سکتا
 اے لیر، اے برادر، اے ہم راز بن۔ اس طرح دور کی آواز
 کوئی بیمار تو نہیں سکتا خادمِ خلق بن نہیں سکتا
 خدمتِ خلقِ مرص ہے تجھ پر دورِ ماضی کا قرض ہے تجھ پر

عصر حاضر کے ستارے خود دار قرض داری کی موت سے ہشیار
 ذہن انسانیت انکار کے حا زندگانی کا قرض اتار کے حا
 تجویہ ہندوستان نار کرے عمر تیری عدا دراز کرے



جمال و حلال

کیوں اک لرب ہی کھیچتے ہو دوستانِ تو اک وضع پر ہیں بے مرے دلوں کی نو
 کئے کا درہوں تو کسی مت کدے کی مو گر تھی ہے گاہ رفت، کھتی ہے گاہ نہ

دیرا ہوں اک مقام پہ رہتا ہوں میں

اک خطِ مستقیم پہ رہتا نہیں ہوں میں

ہنا مرا متاع ہے، ہنا مرا مہاد وہ خطِ محمود ہو، یا عرصہ جہاد

وہ راہ مرگ و مار ہو، یا کوئے برقِ مہاد ہنا مری حیات ہے، ہنا مری مراد

یہیم مسامت ہی میں رہے سے کام ہے

دن ہو کرات نہر کو بہنے سے کام ہے

بوستان میں مسا کا جیلا دیکھ سبزہ و سرو کا مچلتا دیکھ
 شمع آلود کر سخن کا لباس جھک دھندلکے میں لوئے گل کی مٹھاس
 شاعری کو کھلا، ہوائے سحر! اس کا لفظ ہے تیری گردن پر
 رقص کی لہریں ہو گم لب نہر یوں ادا کر عروسِ شعر کا مہر
 حدب کہ بوستان کے نقشِ نگار ذہن میں کھول معرکا مار مار
 رم جھونکوں کا آبِ حیاں مینی لوئے گل، رنگِ شبنمستاں مینی
 گس گنا کر، نظر اٹھا کر مینی صبح کا شیر دغدغا کر پی ؛
 تاکہ مجھے کو آئیں کل برکات دولتِ جسم و علم و عقل و حیات
 یہ نہ طعنہ، نہ یہ اُہنسا ہے ایک مکہ بس اور کہنا ہے
 عیبِ نور ہو کہ کثرتِ نور عظمتِ تام ہو کہ ستعلیٰ طور ؛
 ایک سا ہے دمال دونوں کا تیرگی ہے مال دونوں کا
 در حجبِ صاحبِ مال نہیں ہر وہ تھے جس میں اعتدال ہیں
 تادمانی سے پی نہیں سکتا حس کو ہو کا ہو جی نہیں سکتا
 اے لیر، اے برادر، اے ہم راز بن نہ اس طرح دُور کی آواز
 کوئی بیمار تن نہیں سکتا خادمِ خلق میں نہیں سکتا
 خدمتِ خلق فرض ہے تجھ پر دورِ ماضی کا فرض ہے تجھ پر

کر نہ یا مالِ حرمتِ اوقات رات کو دن بنا، دن کو رات
 پی۔ مگر سرتِ تمام کے ہگام اور وہ بھی بہ قدر یک دو حام
 وہی انساں ہے حرم و حور مند جو ہے مقدارِ وقت کا پابند
 میرے بیٹے ہی پر نہ حامریِ حاں تجھ سے عینا بھی سیکہ، میں قراں
 آس کے پینے میں رنگِ آنا ہے جس کو جینے کا ڈھنگِ آنا ہے
 یہ نفاقِ بہت ہیں شیش بہا جلد سو، جلد جاگ، جلد نہا !
 بارغ میں عاقل و ع سے پہلے تا گارِ سحر سے دل سہلے !
 سرد و شمشاد کو گلے سے لگا ہر چس را د کو گلے سے لگا
 مہ اندھیرے فضا کے گلستِ دیکھ ساحلِ دہبڑہ زامدوس دیکھ
 گاہِ آوارہ ابر پارے دیکھ ان کی رفتار میں ستارے دیکھ
 جیسے کہرے میں تابِ روئے کو جیسے جنگل میں رات کو جنگو !
 گل کا منہ چوم، اک ترم سے نہر کو گدگد اتمس سے
 جسم کو کر عرق سے کم آلود تاکہ تبسمِ بڑے ہنس کے دُرود
 یحییٰ کسمبیدی کی کاسر سے مار تاج، اچیل، دمنا جیلا تگیں مار
 دیکھ آبِ رواں کا آئینہ دوڑِ ساحلِ پتاں کر سینہ
 مست چڑیوں کا چھبھانا نس صبحِ توشق کا ترارِ نس

الاماں، خوداک، کالاستہ اود، رتیس و برت والالستہ
 اتہ در مرگ و دیو خون خواری الاماں تہ "حط دھاری"
 لتے کا "جھٹ پٹا" ہے ورحیات "جھٹ پٹے" کو سارہ کالی رات
 لتے کی تیر روستنی بھی غلط ؛ چودھویں کی سی چاندنی بھی غلط
 ذہن اماں کو کھتا ہے حمال لتہ ہو جس بہ قدر نور ہلال ؛
 عروہ عقل بھیڑ تو، اکثر ا یراسے کچ کیا کے سدہ کر!
 رات کو لطف عام ہے یارے دن کا میا حرام ہے یارے
 دن ہے عمریت آز کی کھکار رات یارب مار کی حفکار
 دن ہے عاتاک، خاک، دھول دھول رات آئیسہ، اکس، اتاں
 دن مسلح، دواں، مکرستہ رات، طاق و رواق و گل دستہ
 دن ہے فولاد، سگ، تیج علم رات — کجواب، میکھری، ہسم
 دن ہے تیوں، دہائیاں، دکھڑے رات — مست اکھڑا ہوا اکھڑے
 دن کڑی دھوب کی مد آہنگی رات — بھیلے پہر کی سارنگی ؛
 دن بہادر کاہاں، سیر کی رتھ رات — جیمیا کلی، انگوٹھی متھ
 دن ہے طوفان حسرت و رفتار رات — مہراب کا کل و رحسار
 آفتاب و شربا ہیں میری نوتلیں دن کو میں کھیل پیری

میری گردن میں بھر کے چمداہیں	یاؤں سے ڈالتے تھے وہ ماہیں
عقل کی موت، علم کی یستی	الاماں لعنت سیہیستی
اگ گٹا ٹوٹ نئے کا طوفاں	مکھوت، عفریت، دیو، جس تہیطاں
لات، گھوسہ، چیرٹری، چیرری، بیاکو	لب لہا ہٹ، لعاب، کف، بدو
طسرا، آدارہ، رمہی، اساد	طعن، تشبیع، مصحک، ایراد
تسور، ہو حق، اے تے، ہے ہے	آدکھیاں، گالیاں، صولکے، تے
مس ساہٹ ہستی، تہست، چکر	سور، سیلاب، سسی، ہرصر
جیل تھے، جج، جیاں جیسیں، جیگھاڑ	تج تھے، یاؤں یاؤں، چیل جیل
لیاڈگی، لستام، لام، لڑائی	ہول، ہیماں، ہاک، اہتایائی
کھل ملی، کاؤں کاؤں، کھٹ مڈل	ہو مک، ہنگامہ، ہم، ہمہ، ہل جیل؛
الحص، آدارگی، ادھم، ایٹھس	کھو مک، کھوں کھوں، بھس بھس، ٹھس ٹھس
دھول دھیا، دھکر، دھکر، دھکار	تہلک، توڑا، تھ، تھکار
کو بھسک، بھس، بکس، بر، بھوکیاں	دھلے، دھما، ہٹیں، دھماں
گاہ رمی و لطف و مہر و سلام	گاہ تلخی و ترستی و دستام
عقل کی موت، علم کی یستی	الاماں لعنت سیہیستی؛
مرد نئے کی بھگے دے سیس	اں کو سے دے کھی موکیس

شادمانی سے رہ بہت محنت ا
 نہیں بچتے ہیں عیش کے بیمار
 بیکھڑی میں وہ دھار ہوتی ہے
 سج و تبسم میں بھی شرارے ہیں
 ٹوٹ جائے کہیں کوئی پرت
 یہ ورق ہے ورق ہے سونے کا
 بلکہ اے دوست آگیا ہے
 آگینہ نہیں حساب ہے یہ
 ٹھیس اس کو کہیں نہ لگ جائے
 درٹیکے گا انگلیوں سے لہو
 اور یہ مستیاں، حد کی سیاہ
 ہلکا بھلکا، سک ملائم لشتہ
 تاکہ آب حلال ہو۔ حرام
 ادٹ کی طرح مل جاتے ہیں
 سے کو رسوائی دہر کرتے ہیں
 کیا آلف ہو کے ہناتے تھے

چاکر میں لٹا
 توجہ رہے ہیں ہزار
 آن میں دل کے پار ہوتی ہے
 حوئے عشرت میں غم کے دھار ہیں
 ہاں سہل کر لطافتوں کو زرت
 دیکھ کر شیشہ اٹھا
 کا غذا دے یہ لگیسہ ہے
 ساغر شبنم خوش آب ہے یہ
 ردک لے ساس جو قریب آئے
 تیج مستی کو احتیاط سے جھو
 مستیوں میں ہے تابِ جلوہ ماہ
 حوس ہے ایک حد یہ قائم لستہ
 ہاں ادب سے اٹھا ادب سے عام
 حامیر عام حویڑ جھٹاتے ہیں
 رمدگی کی ہوس میں مرتے ہیں
 یاد ہے حب جگر جڑ جھٹاتے تھے

ننگ ہے محض استخوان ہونا	صحت اہات ہے ماتواں ہونا
استخوانی بدن ادغانی پوست	ایک سگیں حرم ہے لے درست
شرم کی بات ہے وجود سقیم	ماتوانی ہے اک گناہ عظیم
”حسم“ اور علم، طرفہ طاقت ہے	یہی انساں کی نوت ہے
جو ضعیف و علییل ہوتا ہے	عشق میں بھی ذلیل ہوتا ہے
ہر سر کو جو ایک دولت ہے	علم اور جسم کی ضرورت ہے
کثرت بادہ رنگ لاتی ہے	آدمی کو لہو ر لاتی ہے
حوش دلوں کو رکھ لائے ہستی ہے	شیعہ اختر کھاکے ہستی ہے
اور جب آفت مگر پہ لاتی ہے	زند کو مولوی ماتی ہے
مے سے ہوتا ہے مقید دل موت	مے ہے بنیاد مولویت و موت
کاں میں س یہ مات ہے نشتر	مولویت ہے موت سے بدتر
اس سے ہوتا ہے کارِ عمر تمام	اس سے ہوتا ہے عقل کو سرسام
اس میں انساں کی ماں جاتی ہے	اُس میں تاعر کی ماں جاتی ہے
یہ رہیں آسماں کیا تے ہے	آں حالے تو عاں کیا تے ہے
گو ہر شاہ دار میں بیارے	محہ سے اک گر کی مات سیارے

پند نامہ

اے مجاہد، اے ترانہ بار مجاز زندہ مینے بہارِ عمارت
 اے روئے سخن و شاہِ گل پوش اے پکڑے مغاں تمامِ مردش
 اے پرستارِ مہِ رخاں جہاں اے کماندارِ شاعرانِ جواں
 تجھ سے تاباں حسینِ مستقبل اے مرے مینہٴ امید کے دل
 اے محارِ اے مہرِ مد و خال اے شعورِ جہاں و تنوعِ خیال
 اے ثریا و رب و زہرہ نوار شاعرِ مست و رند شاہدِ باز
 ماقدمِ عشوہٴ تناس ہے تو ؛ صبحِ فردا کا آفتاب ہے تو ؛
 تجھ کو آیا ہوں آج سمجھائے حیف ہے تو اگر راماے ۱۱
 خود کو غرقِ شرابِ ناس نہ کر دیکھ ایسے کو یوں خراب نہ کر
 شاعری کو تیری ضرورت ہے دورِ مردانگی تو امانت ہے
 صرغِ تیری بھلائی کو لے جاں بس کے آیا ہوں ”نامحِ ناداں“
 اکسہ ٹھہرائو، اکسہ نکال ہے تو دیکھ کس درجہ دغاں پاں ہے تو

ایں حراں وہاں آدمی گلستاں کا پروردگار آدمی
 تقامائے عرش میں آدمی تمسائے درش بریں آدمی
 حسیں و صبیح و صم آدمی گیارہ حدوت و قدم آدمی
 رہیں آدمی، آسماں آدمی الزمان و مکاں آدمی
 یہ ہندو یہ گرو مسلمان سو اگر آدمی ہو تو اسان سو
 یہ اسان سو گے تو گل جاؤ گے خود ایسے مہنم میں جل جاؤ گے



مدادے رہا ہے تھیں صبح و شام عزیز دیہ رنید علیہ السلام
 کہ آؤ سولے منزل منزلت یہے رونق دیں اسانیت ؛
 محنت کا اس پیر سے درس لو حس و خار سے بھی محبت کرو
 محبت کے سینوں میں عیجے کھلاؤ متراروں کو کاٹو، ستارے اگاؤ
 مساوات انسان کی خاطر مرو در آدمیت یہ سجدے کرو ؛
 ہمد و تریف اور مذمہ تریف یہ سب ہیں دلیل رونی و کثیف
 یہ اسان ہیں یہ جو یائے ہیں یہ سلاوٹا ہیں اور یہ سب گالے ہیں
 یہ قاتل، یہ ڈاکو، یہ شمر لیں یہ ردا ئی اسفل السالین ؛
 یہ "زید ایسے" اور یہ جتتے یہ یوے یہ اڈے یہ مالتتے
 ہمت سخت گھٹیا ہیں، بولے ہیں یہ حدید اہرس کے کھلونے ہیں یہ
 میسر ہیں جس اس و اماں جہاں بھی ہیں یہ جڑیاں داڑھیاں
 ہمد و سہاما، ہمد حسیں در آدمیت ہے مہر مسیں
 کوئی حیر اسان سے مالا نہیں ہراک تے گماں، صوف اسان یقین
 محار و حقیقت کا ستارہ آدمی کلاہ سر مہر و ماہ آدمی ؛
 بہا بخت کم و گہر آدمی ؛ ضیا سج تمس و قر آدمی ؛
 دُرح لمد و لعل میں آدمی گل و رنگ و سرو و یون آدمی

دُرسِ آدمیت

عزیز و یہ حقِ رواں کش ہند یہ مے خوار راہد یہ درویش رند
 یہ دنیا کا حق کیش مائل نواز یہ خادِ تنکس اشاعرِ ذرہ سار
 یہ طاعت پرست و بذاوت بینا یہ فطرت سفید و نہ نامہ سیاہ
 یہ تعمیرِ آمادہ تخریبِ کوشش یہ خلوت سرود و بہ جلوتِ خروش
 یہ صورتِ گر نور و مہسار نار یہ سرِ حلقہٴ ادلیائے کسار
 یہ دانائے رازِ خفی و جلی گنہ گارِ معصوم، کافر و دلی
 گہے شاد ماں و گہے مہمل جہم در آغوش و جنت بہ دل
 یہ حتمِ دحیر ابغِ نگارِ بکات یہ این ترکِ تصحیکِ صوم و صلاۃ
 یہ ہستی مکرر، مستی نقی یہ اس دور کا فاسق متقی !!
 یہ تاریک اعمالِ روشنِ صمیر یہ کارِ قدسی قدحِ حواریہ
 یہ جمہورِ عدالت کا سحیا گواہ یہ سرتا قدم اک مقدس گشاہ
 حطاؤں کا خوگر، سراؤں کے دور یہ قانونِ دانِ محرم بے قصور
 یہ دانا و عادلِ ظلم و جہول یہ بے دیں مومن، یہ منکرِ رسول!

ہے کوئی مہل آئے شادی کا مری ساماں کرے بدھیاں آکر مہا ئے، مانگ مند لے کرے
 یوں برسیں جلد انگنائی کو کھرے کے لیے رر نشاں طائوس آئیں رقص کرے کے لیے
 ار سے کہہ دو کہ میری رعبہ سایہ کرے جش کی دیوی کدھر ہے، انم میں ملو کرے
 کہدومتا ط سے آئے، رنخ کھونے کے لیے خم رجم رلفوں میں پھر موتی پر لے کے لیے
 عشرت عاوید مانی ہے مرے احکام کی اب سکھی، سیرنگیاں عاجر ہیں صبح و شام کی
 سرمدی نعموں کو ہے اب رلط میرے سارے آتیاں اد کیا ہے میرا وقت کی یر دار سے
 حکم رقاصہ کو دو چھاگل ہیں کہ پاؤں میں آئے کھیلی رات تاروں کی مہانی جھاؤں میں
 خاک ٹنسی کی نظر سے رشک گلش ہو گئی معرفت میں ڈوب کر میرہ سہاگس ہو گئی



زندگی بے روح آواروں میں دیتی ہے بیا
 موت سرد الفاظ کو ٹھکرا کے کرتی ہے کلام
 زندگی سے تنگ سایے میں سما جاتا ہے عشق
 موت سے عالم کی پہنائی پہ چھپا جاتا ہے عشق
 زندگی کی موج بر گھر گھر ترستا ہے عشق
 موت کے گرداب میں لعل دگر مٹتا ہے عشق
 مادہ فانی کے دیوتا یا اس آسکتے نہیں
 اس دیے کو موت کے چھوٹے کھا سکتے نہیں
 موت کیاتے ہے کہ توڑے حکم خود روح الایں
 عاشقی کے رستا حکم کو چھو سکتے ہیں
 جسم پر مینا و عشق خود دما ہوتی ہیں
 روح اس تبدیل ہیئت سے جا ہوتی ہیں
 زندگی دھندلا سا اک جلوہ ہے اور کچھ بھی ہیں
 موت اک باریک سا پردہ ہے اور کچھ بھی ہیں
 غور کر دل میں کہ ہو حال حقیقت بے نقاب
 ٹوٹے دیکھے تو ہوں گے مار ہاتھ حساب
 مر کے بھی دریا کے پیسے سے کہیں جاتے ہیں
 رہتے ہیں دریا ہی میں لیکس بڑھاتے نہیں
 یونہی تیری تسبیح سوراں بھی تری محل میں ہے
 مرے والا آنکھ سے اوجھل ہے لیکس دل میں ہے
 جو جتنا میں حل رہا ہے، وہ ترے پہلو میں ہے
 کا بیتے ہو ٹوں میں، بہتے ہوئے آسوں میں ہے
 یہ کہا تا غزلے اور کچھ دیر آنکھیں سدکیں
 دیکھتے ہی دیکھتے یوہ کی آنکھیں کھل گئیں
 ہنس کے پھر کہے لگی، ماہا مرادو اس تھا
 دور میں جس کو سمجھتی تھی، وہ میرے پاس تھا
 یہ کہا اور دھنسا دل میں جھک پیدا ہوئی
 دھنسا دل میں جھک پیدا ہوئی
 صحن عم من ماع عسرت کی ہوا آئے لگی
 ریرک کہے لگی، عالم ہے کیا تویر کا
 رعب میں تاسدگی، روح پر دمک پیدا ہوئی
 کال میں راحت کے لمحوں کی مدد آئے لگی
 دل مرا تیشہ ہے ان کی چاند سی تصویر کا

ہو گئی فرط حیا سے روح گلے قرار
 سر جھکا، ماتھے پہ زلف مارا ہر آنے لگی
 جیب ہوئی تو اور دردِ ہمدرد ما ہو گیا
 یہ صدا سنتے ہی دم اٹھا پھر یری آگئی
 روکے پھر کہنے لگی، ما ما دعا دیکھے مجھے
 آپ کی داسی پہ اب اس گلے میں رہا ما ہے
 جموں تک بھی دیکھے مجھے اس آگ کے انار میں
 داس نے پھر تو قریب آکر نرمی یوں کہا
 مرنا جینا ایک ہے حق کو در ابھی گیاں ہے
 زندگی ہے نفس سے معمور، اک مہل سی مات
 موت یکسو، زندگی مجموعہ اصداد ہے
 زندگی ہے روح کو محدود کر لیے کا نام ؛
 کہتے ہیں مانی حسیں ہم وہ ما ہوتے ہیں
 قید ہستی سے کوئی درہ رہا ہوتا نہیں
 عشق کے مالے کا اک موتی کھر سکتا نہیں
 عشق کی تار میں کسی آنکھ سے جھک سکتی نہیں
 انگلیاں ایسی ٹروڑیں دیر تک دیوار دار
 حس کو آعوتِ غم میں نیند سی آنے لگی
 دی صدا دل لے ترا پہلو بھی سوا ہو گیا
 اک گھٹا دل سے اٹھی، اوس دسایہ جیسا گئی
 زندگی کے یاب سے ملدی جیڑا دیکھے مجھے
 آگ اس جیہاتی میں روش ہے، جیتا تیل ہے
 میں اکیلی ہوں کوئی امیرا ہیں سسار میں
 اے مری ناداں بچی اسوچ تو کہتی ہے کیا
 وہ اُدھر کا مرتہ ہے یہ اُدھر کی تاراں ہے
 موت ہے تیرا رہہ قانونِ تکمیلِ حیات
 "زندگی" ہے موت کی یا مد موت آراد ہے
 موت ہے الساں کے لا محدود دہر والے کا ما
 مرے والے اصل میں ہم سے جدا ہوتے ہیں
 ٹوٹ جاتا ہے قص طائر ما ہوتا نہیں
 اتحاد ما طنی مرے سے مر سکتا نہیں ؛
 روح کی سرگوشیاں مرے سے رک سکتی نہیں

پھٹک گئیں میری بہاریں جل گیا میرا سنگار
 گھر مرے محبوبیاں مل جل کے گائے آئی تھیں
 آج قراں گاہ عبرت پر چڑھانے کے لیے
 زندگی مادی ہو دنیا ہے آنکھوں میں اجاڑ
 کیوں کھڑی ہے درریوں ڈالنے کی تیری پہل
 دیکھتی ہے تو کہ میں ہوں کس قدر مینے سے سیر
 دیکھ میرے رعب پہ اشکوں کی فراوانی کا میل
 ریگ ماں ریگ اچھ بیوہ کو ڈسنے کے لیے
 کیوں کھڑی ہے یوں الگ ٹھٹکی ہوئی سچ سچ بنا
 یہ اگر ہے تو جھکا کر میں تے قدموں میں سر
 اے مبارک موت! اے راکھ مال زندگی
 اے پیام روشنی! ستر لقا تاج حیات
 اے اپنی انوکھی روشنی
 کے سمت

تیری بند آنکھیں ہیں میری زیب و زینت گلزار
 مائیں بھولوں کا گہنا کل نیچا ہے آئی تھیں
 موت آئی ہے مرا زور بڑھانے کے لیے
 موت جلدی کر کہ ٹوٹا ہے رٹا ایسے کا پہاڑ
 مجھ کو بھی کھائے قسم ہے تجھ کو ادراٹن اصل
 ادھیہ رو موت! حوی موت کیوں کرتی چھریہ
 لپے جیڑوں کو ہلاتا ریک غاروں کی جیڑیل
 کیا یہاں آئی ہے سدا پہاڑ تھلنے کے لیے
 میری ماتوں نے تجھے کیا موت ابرہم کر دیا
 مانگتی ہوں درگزر کی بھیک، اچھ پر رحم کہ
 اے جہاں حواس و تئیں اے مائی زندگی
 اے نظام دہرا اے رفتار سب کائنات
 آ، ادھر آ، ساہرا دی عالم ارواح کی
 اور کہا اے دکھ بھرے سسار! اے میرا سلام
 دیکھتے ہی آ کو، کم س تو تھی، گھر اگلی!
 'لی داں کو یہاں کے

کہہ رہا تھا رنگ، غم کا ابرجھا جائے کو ہے
 جاتے جاتے ایک گوشہ کی طرف پہنچی نظر
 دیکھتا کیا ہے کہ دریا کی روانی ہے اداس
 کانپ کانپ اٹھتی ہے جنگل کی سیاہی مار مار
 روشنی تسلیوں کی اک میشانی زریں یہ ہے
 ہے رنڈا یا سرچشمہ شیر حفاظتے ہوئے
 کندنی تسلی ہیں غلطاں جیٹی رحسار میں
 اہتمام مرگ میں یہ ساعری لبریز پاس
 آہ یہ عالم، کہ اس تک مست ہے موج نسیم
 کہہ رہی ہے کیا تارکوں کیا تما دل میں ہے
 حاک سے اٹھتی ہے پھر کرتی ہے تسلیوں کا طوفان
 ٹرکے پھر میت سے کہتی ہے احارت دیکھیے
 آپ کو موت آگئی، عالم پریتاں ہو گیا
 یاد ہے، ہاں مکھ کو شادی کا ترنم یاد ہے
 آپ کے پیسے سے تسلی اٹھ رہے ہیں مار مار
 پوچھیے اس سے کہ دیا کیا تھی اور کیا ہو گئی
 سانحہ کوئی قیامت خیز پیش آنے کو ہے
 فرط غم سے رہ گیا شاعر کا کلیجہ تھام کر
 جل رہا ہے اک جنازہ روشنی ہے اس پاس
 اٹھ رہے ہیں لاش سے شعلے افعالے قرار
 ظلمت اندوہ بیوہ کے رح غمگیں یہ ہے
 سرنگوں میٹھی ہے رح یہ کاکلیں کھولے ہوئے
 دل دھڑکنے سے ہے جنبش سی گئے کے ہار میں
 ہاتھ میں ہمدی رچی ہے، ار میں چوٹی کا لباس
 آ رہی ہے جسم سے شادی کے پھولوں کی تنمیم
 شمع یہ کس کے حمارے کی مری عمل میں ہے
 کہتی ہے اے شرم کی دیوی مجھے کرامات
 اس نواس ایندھن کو کبھی جلے کی جست دیکھیے
 گھراکھی سے ۔ یا یا تھا کہ دیراں ہو گیا
 ہاں، ابھیں ہو ثنوں یہ آیا تھا تنم یاد ہے
 حل رہی ہے یہ سری اڑی جوانی کی ہمار
 حس لے گھونگھٹ بھی ۔ الٹا تھا کہ بیوہ ہو گئی

سہاگن بیوہ

میک تلسی واس گنگا کے کسے وقت تمام
 جرح کی سیرگیوں سے گفتگو کرتا ہوا
 جھاڑیاں تھیں سردریا کے کنارے حاکما
 راہ میں حالے لگے تھے پتیوں پر گرد تھی
 جمع تھے اس طرح پتے حاکما سوکھے ہوئے
 جھاڑیوں سے یوں دے یاؤں گرتی تھی ہوا
 یوں پڑے تھے زیر شاخ گل تنگنے جاگیاں
 طائر در ماندہ کوئی نول اٹھتا تھا اگر
 اور ساٹا سادہ جس میں جوگم آواز رعد
 اس طرف رنگ تعلق تھا جرح پر چایا ہوا
 حار جس پر تکیاں ہر سو ڈیری تھیں بے جبر
 تمام کا جہرہ عم یہاں سے کچھ اترتا تھا
 خود بخود تاریک ساحل پر بھڑاتا تھا دل

حار ہاتھا اک طرف نتاش جیتا ہر کا نام
 رنگ عرفاں روح کی تصویر میں بھڑا ہوا
 یوں کھلائے ہوئے تھے سست تھی موج ہوا
 لاسی لاسی گھاس پھٹی تھی بناور رد تھی
 حسن طرح سادی کے جیسے صبح کو الٹے ہیں
 بال سڑی کی دور سے جس طرح آتی ہے صدا
 جیسے گرد تبیع وقت صبح یرداؤں کی خاک
 ایک ساٹا ساٹا جھاماتا تھا کوہ و دست یر
 دل یہ ہوتا ہے حوطاری مالا میم کے بعد
 اس طرف دل کوہ و بحر کا تھا مہر چایا ہوا
 ار کے دو ایک ٹکڑے تھے یریتاں جرح یر
 یانی تھم تھم کر جو بہتا تھا تو ساٹا ساٹا تھا
 ٹرہ رہی تھی تیرگی روہ کے ٹھہراتا تھا دل

جو ایک پہل میں ہو تعمیر ماہ و سال خراب تو کس امید پہ کوئی دریا ہستی کھائے
 "میا کہ قعر اعلیٰ سخت سست میا داست بیا ر بادہ کہ میا د عمر ر باد ااست"



روشنیاں

مرو ملت ہی ہیں ہے، دیکھ تصویریں بھی ہیں کاوشِ تخریب کی ٹہیل میں تعمیریں بھی ہیں
 جس عکسِ خورشید کی حدت سے ہے عالمِ موت واں کسی دیوار کے سایہ میں تقریریں بھی ہیں
 جس عکسِ مایوسیاں ہیں گردِ تقدیر سے واں کہیں امید کی پوشیدہ تدبیریں بھی ہیں
 جس عکسِ زولیدہ عقد وک ہیں عقلیں سرگرم واں حیات و مرگ کی تاسدہ تعمیریں بھی ہیں
 جس عکسِ مڈلار ہے ہیں مہم و تاریکِ حواس واں کسی گوشے میں ان خواہوں کی تعمیریں بھی ہیں
 جس عکسِ تعزیر کے تباہی کے دوقِ ظلمتیں رنگ واں کہیں آئینوں میں رنگیں تصویریں بھی ہیں
 جس عکسِ یانی میں ہے رہر ہلال کا اثر واں ہوا میں حیمہ حیا کی تاثیریں بھی ہیں
 جس عکسِ دوزخی ہوئی ہیں سنگِ حار کی رنگیں واں درخشاں حوہروں کی رمِ تحریریں بھی ہیں
 ٹوٹتا ہے سلسلہ کرب و غمِ عجزِ سیر کا 'ہیں' مانا طوق بھی ہے اجوش و رکیریں بھی ہیں



ایک طرف تاتس جیتا ہر کا نام
 عرماں روح کی تصویر میں بکھڑا ہوا
 نکلانے ہوئے تھے سست تھی صبح ہوا
 ی لای گھاس ملتی تھی یہ تادور زرد تھی
 س طرح تادی کے جیسے صبح کو الٹے ہوئے
 ماسرے کی دور سے جس طرح آتی ہے صدا
 جیسے گردِ تنوعِ وقتِ صبحِ یروالوں کی خاک
 ایک سناٹا سا جھامانا تھا کوہِ ودست پر
 دل یہ ہوتا ہے حوطاری مالِ یہیم کے بعد
 اس طرف دل کوہِ و محرا کا تھامر چھایا ہوا
 ار کے دو ایک ٹکڑے تھے پریتاں جیرج پر
 یاں تھم تھم کر جو بہتا تھا تو سنا سنا تھا
 ٹرہ رہی تھی تیرگیِ روہ کے گھرانے قاتل

وہ جھو کرے ادسے دروں میں کھڑے ہوئے دایاؤں کے سڑے پہ وہ اکہل پڑے ہوئے
 ماماؤں کی صفوں میں وہ ملائیوں کی تہاں رکھا ہوا وہ تخت پہ چاندی کا پانڈاں
 وہ تیرے گرد و سیتس، لہند شاہِ افتخار آوازِ یانداں کے کھلے کی بار بار
 تہاں آفریں وہ حواتیں کا ستعار سوخی کے رنگ میں بھی وہ اک نوع کا دقا
 وہ میٹکیں گلوں میں، لوں پر وہ لالیاں ہلتی ہوئی وہ کانوں میں سولے کی بالیاں
 وہ لونڈیوں کے رخ یہ نشاں خاک دھول کے جوڑے وہ ادینے اور بچے وہ مہبان ٹول کے
 وہ مرد درں لحافوں کے اندر گھٹے ہوئے رعبا آفریں دروں میں وہ پردے چھپے ہوئے
 وہ کچلے پیٹھے سے طبیعت کا انتظار پہلو رمائیوں میں بدست اوہ مار بار
 ہلکی رمائیوں کی وہ افسار ماریاں اطلس کی سرخ گوٹ پہ وہ صبح دھاریاں
 وہ "ایک بادشاہ" کی میٹی کا ذکر حسیر وہ دلوے حسوں کے، وہ یر یوں کا تنوع حسیر
 وہ محنت میں عرق بڑی نوڑھیوں کی دات وہ کاٹا ڈلی کا کہانی کے ساتھ ساتھ
 وہ اک غیب شاہِ طرب سے ملی ہوئی تیریں حکایتوں میں سردتوں کی راگی
 کیوں اب بھی یاد ہیں وہ لڑکیں کچرے ، اے شمعِ حواہ گاہِ مراعت حواہ دے -
 حس کو کھلا رہی ہیں ہماری جو اسیاں اب اس میں تھکویا دہیں کتنی کہاں

قریب ہستی

چمن کی خاک لے تا دیر کی عرق ریزی
 مٹا کے نقشِ دوئی صید رنگِ دبو کے لیے
 کٹا متوں میں لطافت کی شمعِ روش کی
 گٹھا کی حیب تراشی، فعایہ ڈالے دام
 گذشتہ رہو جسیوں کے دل تیں ذرات
 حمالِ حاک لیتیں کو دکھائی راہِ ملک
 تری رمیں سے لی، آسماں سے گرمی
 بھگو کے رنگ میں دِرات کی بئیں تہیں
 گرہ لگائی پیراکِ مثلِ زکسِ مخمور
 اوراں تمام مراحل کے بعد ایک کلی
 سحر کے وقت مالا آخر کھلی، گلاب سی
 اور اس کے بعد خود کھیا عروس کے ہنگام
 یہ کیا نظام ہے معبودِ ارم ہستی کا ؟

کہ گھٹ کے آرزوئے تخم گلِ درہنہ یاے
 ہمیں حال سے بن کر زمیں کی تہین کھیاے
 مہو کی ظلمتِ اسرہ میں چراغِ جلاے
 قدمِ چشمس کے تڑپی، قمر کے ماز اٹھاے
 نص کی لویہ ٹرے اہتمام سے یکھلاے
 محمود زیر زمین کو تیش کے راز بتاے
 صبا سے عطرِ کچوڑا کرں سے رنگِ چراے
 اور اہی ہوں میں تکلف کے ساتھ نقشِ بناے
 اور اس طرح کہ ہواؤں کی رومیں کھلتی جاے
 جس حورِ ہوئی تیشوں سے مہ کو چھیاے
 مقامِ جاں کو کیا مست، نوستا مہکاے
 پڑی ہوئی تھی سرِ حاکِ ماو کو غم کھاے
 کھلے حوص کو، وقتِ عروس کھلا حاکاے

وہ جھو کرے اسکے دروں میں کھڑے ہوئے دایاؤں کے سرں پہ وہ اکیلے ٹرے ہوئے
 ماماؤں کی صفوں میں وہ ملائیوں کی تان رکھا ہوا وہ تخت پہ چاندی کا پاندان
 وہ تیرے گرد و بستیں، لعل شاپ افتخار آواز یانداں کے کھلے کی بار بار
 تاپاں آفریں وہ خواتین کا ستعار تسوخی کے رنگ میں بھی وہ اک لوح کا دقا
 وہ سپیکس گلوں میں، لبوں پر وہ لالیاں ہلتی ہوئی وہ کانوں میں سونے کی بالیاں
 وہ لونڈیوں کے رخ یہ لتاں خاک دھول کے حوڑے وہ ادیکے ادیکے وہ مہبان تول کے
 وہ مردوں لٹاؤں کے اندر گھٹے ہوئے رعبا آفریں دروں میں وہ پردے چھپے ہوئے
 وہ کچلے بیٹھے سے طبیعت کا انتشار پہلو رسائیوں میں عدسہ وہ بار بار
 ہلکی رسائیوں کی وہ افسار ماریاں اطلس کی سرخ گوٹ پہ وہ صبح دھاریاں
 وہ ایک بادشاہ کی بیٹی کا ذکر حسیہ وہ دلوے جنوں کے، وہ یر یوں کا شوق سیر
 وہ رحمت میں عرق بڑی نوڑھیوں کی دات وہ کانٹا ڈلی کا کہانی کے ساتھ ساتھ
 وہ اک غیب شاہ طرب سے ملی ہوئی تیسریں حکایتوں میں سر دتوں کی راگی
 کیوں اب بھی یاد ہیں وہ لڑکیں کچھ مرے، اے شمع خواب گاہِ فراغت خواب دے -
 جس کو کھلا رہی ہیں ہماری خواہیاں اب اس میں کھلویا دیں کتنی کہامیاں

انگیٹھی

بچپن کی اسے اور اس انگیٹھی! خدا گواہ
 تو اور خاک سرد پہ یوں مثل سو گوار
 کیا کہیے تجھ پر آج پڑی کس طرح نگاہ
 انفسوس اسے زمانہ طفلی کی یادگار
 میری ہی طرح کیا ترا پہلو بھی سرد ہے؟
 کیا تیرے آئینے پہ بھی مامی کی گرد ہے؟
 انفسوس وہ نشاط کے موسم، وہ زمزمے
 جازوں کی دلفریب وہ راتیں وہ چیمے
 شعلوں سے تھمے ہائے وہ اٹکتا ہوا دھواں
 وہ تیرگی میں رنگ ترادل میں جیسے راز
 خوشبو وہ تیری آج کی جاں کش درد نواز
 شعلے وہ سرح سرخ دلوں میں تپتے ہوئے
 شعلوں کے مار مار وہ انداز دل نشیں
 ڈوبتی ہوئی حیات میں وہ تیری گرمیاں
 وہ سادگی کی نرم میں بکتے ہوئے ستار
 وہ غمیگی کا عہد، وہ گل باریاں تری
 وہ نرم نرم جسم، وہ تیسری حیرتیں
 وہ گرم داریوں سے سوزا سزا تیں

پیکر اندہ بد دعا

جو بن پڑے گا تو سب سے بڑی سزا دوں گا رماند ساز! تجھے میں یہ بد عادیوں کا
 ملے نہ آتش و دوزخ کی تجھ کو نرم سزا ملے وہ سوز جو ہوتا ہے شاعروں کو عطا
 رموزِ دہر سے بڑھ جائے رسم و راہ تری جہیں زیست پہ پڑنے لگے کھلاہ تری
 تجھے حقائقِ ہستی کا کون آجائے کلی کو خار کے کانٹے پہ تو لٹا آجائے
 عددِ پستی تری فطرتِ شعیبی ہو جائے ترے خمیر کا لودا رقیق ہو جائے
 دماغِ سرحدِ قدرت سے متصل ہو جائے ہر ایک ذرّہ ناچیزِ مزد دل ہو جائے
 وہ طبعِ سحت میں پیدا ہو انقلابِ عظیم کہ تیرے قلب میں چھپنے لگے گلوں کی شہیم
 ترے دیار میں طوفانِ آرزو آجائے ترا خمیر، محبت کے رو رو آجائے
 نہ بہرہ و نہ ہو کسی مرگِ ناگہانی سے عدا و دوچار کرے طولِ زندگانی سے
 درمیاں اتری چہنمِ دل پہ وا ہو جائے نظرِ کالِ بستم سے آستنا ہو جائے
 ملائے قہرِ خدا تم کو دیدہ و رکھ دے لطیف کر کے حسوں کو لطیف تر کر دے



وہ جبر و دست جبر "اختیار" کہتے ہیں اس اختیار سے لے اختیار ہیں ہم لوگ
 محیط سکڑا مفلوج کے تلاطم میں سفینہ دریا کا مل عیار ہیں ہم لوگ
 حیات کی اندی رات کے اندھیرے میں چراغِ عامد شبِ رہدہ دار ہیں ہم لوگ
 کھلے پڑے ہیں زمانہ کے ہاتھ سے ہر حید مگر بیکس رقیق دسرا رہیں ہم لوگ
 ادب سے آؤ ہمارے حضور اہل لطمہ جہاںِ حسن کے پروردگار ہیں ہم لوگ
 نگاہِ روداد اے روحِ نعمتِ دادیں رہو تن ماتن کہ یزدانِ تنکار ہیں ہم لوگ
 بس اس خطایہ کہ ہیں محرمِ رموزِ حیات تنکار کتنی کتنی روزگار ہیں ہم لوگ



ہم لوگ

حراں کے خور سے ہر حید حواں ہیں ہم لوگ
 ہر ایک سانس ہے گو صد ہر ار حتر مد و قس
 مگر امانتِ فعلی ہمار ہیں ہم لوگ
 مگر پیامِ تبات و قرار ہیں ہم لوگ
 وہ دستِ عیب کے نقش و گار ہیں ہم لوگ
 وہ کسرِ دست کے آئینہ دار ہیں ہم لوگ
 لاسِ فقر ہیں وہ ستہر پار ہیں ہم لوگ
 دس میں رہ کے غریب الدیاں ہیں ہم لوگ
 مثالِ جوئے رواں لے قرار ہیں ہم لوگ
 وہ رازِ طرہ رلف نگار ہیں ہم لوگ
 بساطِ عیش یہ وہ بادہ خوار ہیں ہم لوگ
 ایسا رمر مٹا خسار ہیں ہم لوگ
 وہ فاتحِ غم ہیں وہ ہمار ہیں ہم لوگ
 حرام اور سر کو ہمار ہیں ہم لوگ
 حیات و موت کی یست و ملد راہوں میں
 میں سے ہیں آہش کی کچھ قدموں کی
 حوا یوں کو ہیں سے ملی ہے نیستِ نار
 فشرہٗ تم ہستی سے کیجیے ہیں شراب
 جس میں سے ہیں ہر صبحِ نغمۃِ الماس
 مگرے وقت کا ایسی حساب میں مدحاک
 حیات و موت کی یست و ملد راہوں میں
 میں سے ہیں آہش کی کچھ قدموں کی

مر کے بھی تو شاعری کا بھید یا سکتا ہیں عقل میں میٹلہ نازک ہے آسکتا ہیں
 تو سمجھتا تھا، حمد کہنا یا ہے نہا، کہہ گیا پوچھتا شاعرے کہ وہ کیا کہہ سکا، کیا رہ گیا
 کون سمجھے "شعر" یہ کیسے ہیں اور کیسے نہیں دل سمجھتا ہے کہ جیسے دل میں تھے، ویسے ہیں



ظلمتیں

تیرگی لپٹی ہوئی ہے دہریں ہر منہ کے ساتھ عہدہ کرتا ہے یاں ہر راستہ رہرو کے ساتھ
 لعل تیسریں کے تسم میں ہے غلطاں آہِ مرد ظلمتوں کی رو بھی ہے قندیل در کی لڑکے ساتھ
 ہر نفس اما میں ہمہ بزائی و افسوں گری یوگی کا مدد بھی ہے عروس نو کے ساتھ
 اس قدر بھی نار مرناتا ہے کوئی اسے جس دھوپ بھی ہے ابرو چارنگ کے پرتو کے ساتھ
 حسن تیسریں و عود رنات کے ہوتے ہوئے تبتہ مراد کا دھڑکا بھی ہے حسرو کے ساتھ
 انجس میں رات کو چپکے سے یا ماتا ہے مار فتنہ ظلمت نشاں بھی دوستی کی رو کے ساتھ
 ڈوب ماتا ہے تڑپ کر سیدہ دریا میں قوتیں صورت بیچ و تاب بھی تصویر ماہِ نو کے ساتھ



جاگتے رہتے ہیں دل کی محفلِ خاموشی میں مذکر لیتے ہیں آنکھیں نطق کے آغوش میں
 لوگ جس کی حاکم داری سے ہیں دل کیٹے ہوئے کھوکھلے نغے ہیں وہ ادراں میں بکڑے ہوئے
 شعر ہو جاتا ہے سربِ اک حبیب سے مدحِ حال سانس کی گرمی سے اس شیتے میں پڑ جاتا ہے ہال
 جام میں آتے ہی اڑ جاتی ہے شاعر کی سراس ٹوٹ جاتا ہے کمارے آتے آتے یہ حساب
 اس سے ٹھکرا کر کیا ہو سکتی ہے حیرت کی بات ”شعر“ کو سمجھا اگر شاعر کی تولے کاٹ بات
 ”شعر“ کیا جذبِ دروں کا ایک نقشِ اتمام ”مستہ سا اک اتارہ“ ایک مہم سا کلام
 کیف میں اک نفرین یا کلک گوہر مار کی اضطرابی ایک حبیب سے لبِ گفتار کی
 ایک صوبہِ خسہ و موہوم، سارِ دوق کی مرتعش سی ایک آوارہ انتہائے شوق کی
 لے حقیقت نے کے اندر ”زمرہ داؤد“ کا ”عارضِ محدود“ پر اک عکس ”لا محدود“ کا
 ”شعر“ کیا، عقل و جہوں کی مشترک رمِ حال شریک ہے، عشق و حکمت کا مقامِ اسال
 ظلمتِ ابہام میں یرجیائیں تفصیلات کی چیخ و دم کھاتے گلوں میں جیک وراثت کی
 جوئے قدرت کی روانی دستِ مصوعات میں ٹوٹا رنگیں ستارہ کا اندھیری راس میں
 ”شعر“ کیا، کچھ سوچا دل میں پلج و لہجے ”شعر“ کیا، ہر حیر کہہ کر کچھ کہنے کا یقیں
 ”شعر“ کیا ہے، نیم میداری میں ہنسا و حکا برگ گل یہ مد میں تبسم کے گرے کی صدا
 ”تر رمانی اور خاموشی کی مہم گفتگو لفظ و معنی میں توارں کی ہفتہ آرزو
 مادلوں سے ماہِ نو کی اک ایٹمی سی ضیا حاکمِ قطرہ کے رورں سے عروسِ مکر

خوشم چھپیں لیتے ہیں تب مہتاب سے
 صبح ستا تو کسی ہے کیا لے کشتہ صدرِ مژدہ آر
 تیری ہمنوں میں کسی مجلی ہے کسی کلی کی رد
 سچ مٹائے عاشقِ دیر یہ فکرِ معاش
 مجھ سے آنکھیں تو ملا اے دتہ سور و گدار
 تیری راتوں کی سیاہی میں بھی لے طلعتِ مآب
 تو گیا بھی ہے گارِ غم کی محل کے قریب
 طورِ مسمیٰ پر بھی اے ناہم جڑ سکنا ہے تو
 یہ ہیں تو بھیرے آنکھیں یہ جلوہ اور ہے
 شمع کی قلیل سے پہلے مری قہقہہ ریش
 دل میں مس استعارگی ہوتی ہے مارتے تمار
 لڑھکالیستی ہے صحنِ ساحر کی ترکیبِ اداس
 اور ہوتی ہیں محلی کھس ساحِ درختان
 جس کے اسرار درختانِ ریح کی محفل میں ہیں
 ستاعری کا عامان ہے طلق کا لونا ہوا
 جھانے رہتے ہیں حوئے غم کے دل مرتا پر
 جس کی رنائی چکاقتی ہے دلوں کو حواس سے
 رازِ داب کا کل تسرگ و حشمِ ہم مار
 سوزِ غم سے تیرا دل بھی کیا کبھی دیتا ہے لو
 رہر میں تریاق کے عنصر کی کسی کی ہے تلاق
 تمہ یہ کیا افداد کی توحید کا افتاب ہے راز
 کیا کسی طالع ہوا ہے سکر اگر آفتاب
 آنکھ کی محسوس ہوتی ہے کبھی دل کے قریب
 کیا مصف کی کتابِ دل بھی پڑھ سکتا ہے تو
 تیری دیا اور ہے ستاعری دیا اور ہے
 خود راں شعر سے استغریٰ تفسیرِ شمس
 منطقِ یونانی میں ٹپک پڑتی ہیں کیونے اعتبار
 وصل کے گودہ گوہرِ مغلان کو پانی میں تاب
 پھر بھی وہ ستاعری اشروں میں ہیں عالیٰ مہیاں
 سپہاں میں معق کی حوئے پڑتی دلتاب میں
 اس کا تیتہ ہے ۔ ۔ ۔ کی نہیں سے ٹوٹا ہوا
 ٹوٹ کر آتے ہیں وہ جتنے لبِ کلمتِ ابر

نقاد

دم اے نقادوں! یہ کیا ستم کرتا ہے تو
 شاعری اور مطلق محنتیں، یہ کیسا قتل عام
 کیوں اٹھا ہے جس شاعر کے رکھنے کے لیے؟
 اے ادب ما آشتا! یہی نہیں تجھ کو حیاں
 مطلق کاٹے یہ رکھتا ہے کلام دل یدیر
 یعنی اکٹھے سے لبِ ماقہ کو کھلبایا ہے
 شعر بھی کے لیے ہیں حوضِ ازل طے حشر
 جلتے دیکھا ہے کسی ہستی کے دل کا تھلے دماغ؟
 دل سے اپنے یو چہ اور بدائی علم کتاب
 تویتہ اسرارِ ہستی کا لگاتا ہے کسی؟
 کیا وہاں بھی اڑ کے پہنچا ہے کسی لے مکہ میں؟
 حاسی کی نغمہ ریری پر بھی سرد صحتا ہے تو
 اُن تلوں کی رسم میں تو بھی ہوا ہے اریا

کوئی نوکِ غار سے جھوتا ہے مصرِ رنگ و رو
 نثرِ مقرر اس کا دینا ہے رفلوں کو میا
 کیا تمہیں سسل و نسریں ہے جھکنے کے لیے؟
 سگ ہے رسمِ محس میں مدرسے کی قیں و قال
 کاش اس کتہ کو سمجھے تیری طبعِ حر و غیر
 میسکھری پر قطرہٴ شمس کو ٹپکایا ہے
 صوبج تو پورا اترتا بھی ہے اس معیار پر؟
 آج سے حس کی مدد یا پتا ہے شاعر کا دماغ؟
 جس قدر تو بھی دیکھا ہے برا نگدہ نقاب؟
 عالمِ محسوس سے ماہر بھی جاتا ہے کسی؟
 کا مینا ہے حسِ معاینِ تہیر روحِ الایں
 قلبِ نظرت کے دھڑکے کی مدد سنا ہے تو
 خاک کو ریجھائیاں حس کی ساقی میں گلاب

نمود افکار



افتاد
 خلعتیں
 ہم لوگ
 پیراہ مدعا
 انگلیشتی
 دیکھتی
 روستیاں
 سہاگن میوہ
 در سر آدیت
 میدامہ
 شمال و شمال
 مولوی
 لوتہ آگاہی
 آدم کا رول

فقرے تیرے رستا تھا جلالِ قیصری حیف لے لیل لے حریت کے قیسِ عالمی
 ہر تری موجِ نفس تھی اک سرودِ بہری تیرے پیسے میں دھڑکتا تھا دلِ مینبری
 اے فوائے انبیائے پاکہ داماں السلام

السلام لے ہند کے شاہِ شہیداں السلام

اے مرے عشرتِ مدیدہ رہبرِ عسرتِ مآل اے مرے گردنِ بریدہ عزمِ اتمامِ وکمال
 اے مرے حیواںِ دریدہ یوسفِ قدسیِ جمال اے مرے مرمرِ رسیدہ دوستاںِ مالِ دقال
 اے مرے حادرِ گزیدہ شہنشاںِ السلام

السلام لے ہند کے شاہِ شہیداں السلام

حب سے تولے طبلِ شیروںِ زباںِ عاموس ہے مہرِ رلِ گلستاں ہے، ماغیاںِ خاموش ہے
 لوئے گلِ آردہ ہے، حوئے رواںِ خاموش ہے گلستِ دیرینہ ہندوستانِ عاموس ہے
 السلام لے ساکیِ شہرِ محموتاں السلام

السلام لے ہند کے شاہِ شہیداں السلام

اہلِ کیف و مصائبِ ہوش کے آرامِ حاں جملہ مرداںِ اخوتِ کوش کے آرامِ جاں
 ہر دلِ پرستورِ حق و عاموس کے آرامِ حاں قبلاً رداںِ عالمِ حوش کے آرامِ حاں
 اے تب و تابِ امامِ مادہ نوتاں السلام

السلام لے ہند کے شاہِ شہیداں السلام

محرم کے افق کی رنگ پرور صبح عید اے محلِ یاس و نو میدی کی گل باغبانِ امید
اے شاخِ اوابِ حسین و دامنِ شمر و دید اے ردیوں کی رداات کے لیے مریدِ تعدید

اے شریعوں کی ترافت کے نگہاںِ اسلام

اسلام اے ہند کے شاہِ تہیداںِ اسلام

اے حلیبِ دوستی، اے دامنِ عص و عساد اے وفا کی آرزو، اے قلبِ رحمت کی مراد
اے رسولِ عافیت، اے کشتہٴ دیوِ فساد رتوجیف اے سہلی، مشکور اس و اتحاد

اے یریدہ دلوں، تیر مردہ ارماںِ اسلام

اسلام اے ہند کے شاہِ تہیداںِ اسلام

تو ہی اک دامائے کامل بزمِ نادانی میں تھا ، روتی کا تو مارہ بحرِ طبعانی میں تھا
تیرے دم سے رزمِ گنگا کی حولانی میں تھا لہٰذا تجھ سے کو تر و قسیم کے پانی میں تھا

اے عروہِ بہد و دھر مسلمانِ اسلام

اسلام اے ہند کے شاہِ تہیداںِ اسلام

اے حنائے سگ سے شکستہٴ عام و رکار

اے عروہِ بہد و دھر

اے حرائِ کی دھوپ میں سوئے ہوئے یک پہاڑ

اے گلِ افسردہ! کتابِ حق درستی اے سرورِ رفتہ! مرمّاتِ زندگی

اے شبِ مسرودہ! رعبِ درازِ دلبری اے چراغِ مردہ! محرابِ اس و آستی

اے متابعِ رُودہ گیتِ و قرآنِ السلام

السلام اے ہند کے شاہِ شہیداں السلام

السلام اے آسمانِ صدق کے مہرِ مسیں السلام اے محفلِ اخلاق کے مسدفتیں

السلام اے فرسِ خاکِ آلود کے عرشِ نریں السلام اے عاتجِ مہر و عمت کے یگیں

السلام اے عصرِ حاضر کے سلیمانِ السلام

السلام اے ہند کے شاہِ شہیداں السلام

عادۂ حقِ یردِ رحمتاں ہیں تیرے نفیسِ قدم یرمّتاں ہے آسمانِ عدلِ یر تیرا علم

اے جیس اس مٹی کے یردِ قدسی حتم اے یریدِ عمرو کے کتہۂ دوقِ ستم

اے صلیبِ تارہ کے عیسیٰ دورانِ السلام

السلام اے ہند کے شاہِ شہیداں السلام

تیرے طفلِ حُک میں بھی سارِ موجِ لُک تھا تیرے تینے کے مقابلِ ررورِ سگ تھا

حوں کی آلودگی سے پاک تیرا رنگ تھا اے حمرِ ترا مذاقِ حُک تھا

السلام اے فاتحِ تیج و یکانِ السلام

السلام اے ہند کے شاہِ شہیداں السلام

اسلام لے سینہ اقوام کے دردِ نہاں
اسلام لے مرہمِ زخمِ دلِ ہندوستان
اسلام لے دستگیرِ چارہ سازِ بیکیاں
اسلام لے آہِ سرورِ تیرہ تختِاں جہاں
اسلام لے اتکِ گرمِ سینہ چاکاں اسلام

اسلام لے ہند کے شاہِ شہیداں اسلام
تیرے ہر آواز میں رعنائیِ انعام تھی
تیرے میدان میں سیاستِ مرغِ ریرِ دام تھی
تیرے دستِ آگاہی میں نصیبِ حاص و عام تھی
اسے گدا لے خادِ براندازِ تباہاں اسلام

اسلام لے ہند کے شاہِ شہیداں اسلام
اے مریدوں کے طیب، اے خستہ حالوں کے کفیل
اے بہرِ جلوتِ مروجِ نرم، اے بہرِ جلوتِ روئیں
آتشِ نمرودِ عصرِ نیکے بے پروا غلیل
حریت کے درسِ غلم، حق کے بیعامِ حلیل
آستی کے حکم، دل داری کے فرماں اسلام

اسلام لے ہند کے شاہِ شہیداں اسلام
تو ایںِ رحمت، آئینہٴ ایشار تھا
صحتِ افکارِ اسان کے لیے بیمار تھا
برہمن کا چارہ ورا، ستج کا عموار تھا
تور واداری کا دیتا، اس کا ارتار تھا
اسلام لے کعبہ وکاسی کے دریاں اسلام
اسلام لے ہند کے شاہِ شہیداں اسلام

دہر و تیری تہادت نے یہ ثابت کر دیا حد سے ٹھہر کر سب ہونا کس قدر ہے ناوا
حرفِ حق ہے اہلِ باطل کے لیے طبلِ دغا سخت ہوتی ہے گناہ بے گناہی کی سزا

اسلام لے کتہ غیرِ اداں اسلام

اسلام لے ہند کے شاہِ شہیداں اسلام

قانون میں قتلِ انسانی پر رونا حرم ہے تخمِ بیکی سرزمینِ دل میں بونا حرم ہے
حد سے مدد سے راتوں کو نہ سونا حرم ہے مجرموں کے درمیان معصوم ہونا حرم ہے

اسلام لے پائمالِ ذوقِ عیاں اسلام

اسلام لے ہند کے شاہِ شہیداں اسلام

دردِ احساسِ قہمی سے ہر اک دل ہے اداس جادوِ روش پریشاں اردے منزلِ اداں
کون یہ مقولِ عظم ہے کہ قاتل ہے اداس صدرِ عمل اٹھ گیا، محفل کی محفل ہے اداس

لے لے الوالہند لے خدیو کتور جاں اسلام

اسلام لے ہند کے شاہِ شہیداں اسلام

توانہ کھا چارہ فرما، طرفہ تروم ساز تھا تیری پلکوں کے جھپکے کا عجب انداز تھا
ہر جھپک میں خوش دلی کا سارے آواز تھا روح پر تیری عیاں مہر و وفا کا راز تھا

مسندِ جس محل کے لے غزلخواں اسلام

اسلام لے ہند کے شاہِ شہیداں اسلام

السلام اے ہند کے شاہ شہیدانِ السلام

بدر شہادتِ مہامنا گاندھی

اے زمین کی حیب کے آئینہ الماس مار اے فلک کی برم کے ہر درختانِ ہمار
اے وطن کی سرزمین کے آسمانِ دی وقار اے رماے کے صدف کے گوہرِ انجم تھکار
اے صفا کی موج کے لعلِ درختانِ السلام

السلام اے ہند کے شاہ شہیدانِ السلام

اے امیرِ کاروانِ یختہ کاراں وطن اے فقیرِ تاجدارِ تاجدارانِ وطن
اے امید و ہمتِ ماکامِ گاراں وطن اے ہلاکِ عشوہِ رنگیں یاراں وطن
اے تھکارِ گنجِ رواں دگوںِ معراں السلام

السلام اے ہند کے شاہ شہیدانِ السلام

حیف اے جاں کرم، بھجیر چیکاں ستم حیف اے میاںِ عمتا، سرت، میاںِ علم
حیف اے دردِ چراغِ کشتہ طاقِ حیم حیف اے خاکِ سربِ روا، بیتِ العنم

اے شہیدِ اتحادِ نوری اسانِ السلام

ہند کے شاہ شہیدانِ السلام

(۳) فرساذمنداں

اور مستوں پہ ہوشورش کا گماں لے ساقی	برہیں سو کرے، ہتج و ماد م حینے
اور حیکر میں یڑے آب رواں اے ساقی	تسہ کاموں کو کرے غرقِ بلا موح سیراں
اور کڑکے سر قنقل پہ کساں اے ساقی	تیرے سائیں دلِ حلق پہ ناقوس و اذان
اور معنوب ہوں زنداں جہاں اے ساقی	میڈت و سیر کریں جنگ و عدل کی تلقین
اور گرفتار ہوں اصحابِ معاں اے ساقی	کیا عصب ہے کہ ملیں اہل ہوا کو پردہاں
تسخ ہو گردنِ مہسا پہ رواں اے ساقی	کیا قیامت ہے کہ ہو کو تر و گسگاہیں فساد
پھر ہے گونجا ہوا قرون کا دھواں لے ساقی	ہاں جلا شمع کہ اس خمیرے رنگاری میں
یر تو اے یہاں ہے نہ وہاں اے ساقی	دیر ہے شعلہ فشاں اور حرمِ صاعقہ مار
خوش سالنہ رن و زمزمہ خواں لے ساقی	سلس روکے ہوئے میٹھا ہے یہ حالے میں



تین فریادیں

(۱) فریادِ اماں

تسہ احوں ہے پیر آئیں جاں لے ساقی
یہ صراحی سے اڑیں آبِ معاں لے ساقی
ہاں اٹھا حام کہ پیرِ فصلِ خدا و دی سے
دہر ہے کارِ گہ قتبہ گراں اے ساقی
لہذا الحمد کہ پیرِ حویں عمت کے عوص
آتشِ لعن ہے رگ رگ میں دواں لے ساقی
کھوں میا کہ اسان کی 'حوان کھتی' سے
مد ہے قفلِ در اس و اماں اے ساقی
یہ میا، افلاس کی ماب — لہذا
بھروسے کہہ دکاتنی کی عساں اے ساقی
عرق کر دے مئے گلِ رگ میں پیو کاغذا
ہر طرح تری مابِ گراں اے ساقی

(۲) فریادِ ریاں

حسن کو اسان تو کیا دیوِ مشکل سمجھیں
ریزِ مشق اب ہے وہ اندازِ ریاں لے ساقی
حسن کو رستے ہیں تو کاوں سے ٹیکتا ہے لہو
اب اس العاط کے حھر ہیں رواں لے ساقی
بکر کا ہٹ ہے خوفِ قرون میں تہ آوار میں یہاں
اب وہ لہجوں کا سک لوج کہاں اے ساقی
حسن کے ہر لفظ میں سو کیوں مہک اٹھتے ہیں
کاٹ دی جائے گی شاید وہ ریاں لے ساقی
ٹھیکرے یحییٰ والوں کے ریلے گا ہک
مد کرتے ہیں حواس کی دکان اے ساقی

یل سحر میں زلفِ لیلی تمکیں بگڑ گئی دم سحر میں یار سائی کی سستی اجر بڑ گئی
 حس نے نظر اٹھائی، نظرِ رح یہ گڑ گئی گویا ہر اک نگاہ میں رنجیر بڑ گئی
 طوفاںِ آب و رنگ میں رہا دکھو گئے

سارے کمر ترابِ حرم ذبح ہو گئے

راہِ حد و عشقِ حد سے بھل گئے ۔ انساں کا حال جو دیکھا بھیل گئے
 ٹھڈے تھے لاکھ حسن کی گرمی سے جل گئے کر میں پڑیں تو برو کے تو دے پھیل گئے

القفسہ دیں، کفر کا دیوانہ ہو گیا

کلمہ ذرا سی دیر میں مت حار ہو گیا



ہات اس نے فاتحہ کو اٹھائے جو ناز سے آنچل ڈھلک کے رہ گیا زلفِ درار سے
جادو ٹیک پڑا نگہِ دل نواز سے دل ہل گئے جمال کی تانِ پیاز سے

پڑھتے ہی فاتحہ حودہ اک سمت یہ مگر گئی

اک سیر کے تو ہاتھ سے تسبیح گر گئی

فادع ہوئی دعا سے حودہ متعلِ حرم کانپا سوں پہ سازِ عقیدت کا زیروہم
ہوئے لگی روانہ اندازِ موجِ یکم انگڑائی آجلی تو بہکے گئے قدم

انگڑائی ربطِ سرم سے یوں ٹوٹے لگی

گو یا صم کدے میں کرس یھوٹے لگی

ہر جہرہ جیج اٹھا کہ تم سے ساتھ مائیں گے لئے جس تیری راہ میں دعویٰ رائیں گے
اب اس عکد سے ایسا مئے اٹھائیں گے قرماں گاہ کفریہ ایماں جیڑھائیں گے

کھاتے رہے فریب بہت حالقاہ میں

اب سجدہ ریز ہوں گے تری مارگاہ میں

سورج کی طرح رہد کا ڈھلے لگا غرور پہلوئے عاصری میں بجلے لگا غرور
رہ رہ کے کر دیشیں سی مد لے لگا غرور روح کی حواں نو سے گھلے لگا غرور

ایماں کی تانِ عشق کے سایے میں ڈھل گئی

رکھیں رہد سورج ہوئی اور گل گئی

گردن کے لوح میں جم جوگاں لیے ہوئے چوگاں کے خم میں گوئے دل دھالیے ہوئے
 رح یر لٹوں کا ابر یر لٹاں لیے ہوئے کار گھٹا کی جھاڑوں میں قرآں لیے ہوئے
 آہستہ چل رہی تھی عقیدت کی راہ سے

یا لولکل رہی تھی دلِ حانفہ سے

آنکھوں میں آگِ عشوہ آہں گُذار کی لہریں ہر ایک سانس میں سیلابِ مار کی
 یلٹیں ہوا کے دوست یہ زلفِ درار کی آئینے میں دمکِ رحِ آئینہ مار کی
 آغوشِ مہر و ماہ کی گویا بیٹی ہوئی
 ساجے میں آدمی کے گلانی ڈھلی ہوئی

سادوں کا ارے کا کلِ تَبگوں کے دام میں موعیں شرابِ سرخ کی آنکھوں کے حام ہیں
 ربِّ طلوعِ صبحِ رحِ لادِ فنام میں جلتا ہوا ششام کا حاد و حرام میں
 انساں تو کیا یہ ماتِ یرمی کو ملی ہیں
 ایسی تو جالِ کُنکبِ درمی کو ملی ہیں

ڈوبی ہوئی تھی حسرتِ مَرگاں تباہ میں یاد دلِ دھڑک رہا تھا سخت کا حواب میں
 چہرے یہ تھا عرقِ کمی تھی گلاب میں یا اوس موسیٰ یہ شبِ ماہِ تاب میں
 آنکھوں میں کہہ رہی تھیں یہ موعیں حمار کی
 یوں کھینکتی ہیں چاندنی راتیں ہمار کی

فتنہ خانقاہ

اک دن جو ہر فتنہ اک سبب بہرہ ماہ یہ بھی نظر تھکائے ہوئے مولے خانقاہ

رہا دے انسانی جھمکے ہوئے جاہ ہوٹوں یہ دے کے ٹوٹ گئی صرب لا الہ

ریا میسر رہد میں کہرام ہو گیا

ایمان دلوں میں لرزہ راند ام ہو گیا

یوں آئی ہر گاہ سے آوار الاسان جیسے کوئی پہاڑ یہ آدھی میں لے اداں

دھڑکے وہ دل کہ روح سے اٹھنے لگے دھواں پہلے تگیں تیوج کے سیسوں یہ ڈاڑھیاں

یر تو لگس حوصلہ عا ما ہو گیا

ہر مرغ حلد جس کا پردا ہو گیا

اس آفتِ زمانہ کی سرشاریاں۔ یوحیہ کھڑے ہوئے تمام کی میداریاں۔ یوحیہ

روح پر ہوا سے تمام کی گھساریاں۔ یوحیہ کاکل کی ہر قدم پھسوں کو ریاں۔ یوحیہ

مالم تھادہ حرام میں اس گھدار کا

گویا رول رحمت یرور دکار کا

کہستانِ دکن کی عورتیں

یہ اعلیٰ عورتیں، اس عیلاقی دھوپ میں
 واہ کیا کہنا ترا، اے حسِ ارضِ آفتاب
 ہر سراپا، بت ترا توں کی عرقِ ریری کا بھل
 جال جیسے تند جیتے، تیوریاں جیسے غزال
 عورتیں ہیں، یا کہ ہیں رسات کی راتوں کے خوا
 یہ خواں جہرے یہ جہروں میں ہے رانی کا قوس
 حسم ہیں کچھ اس قدر ٹھوس، الحفیظ والاماں
 یعلیاں تانوں کی اھری سی ٹی سی کا کلیں
 دید کے قائل ہے ان کا مرتبوں کا رنگِ رویا
 ان باتِ کوہ کی کڑیل جوانی، الاماں
 لکھروں کے قوسِ یردیا سلاقی ہے حمیں
 کیا حرکتے دلوں کی جوتس یا مالی ہوئی
 سگ اسود کی چٹا میں، آدمی کے رویہ میں
 یہ رتہ رنگ، یہ مینے ہوئے رنگیں شاد
 اتی لے یا یاں صلاست یر بھی ہر رقتہ سبھل
 عارموں میں حامنوں کا رنگ، اکلیں ہیٹال
 پھٹ پڑا ہے جس یہ طوفاں حیرتھیر ملا شاد
 تو کہے آس میں کھودے ہیں کسی لے حیرت و گوس
 لیجیے چنگی تو حیل حائیں خود ایسی اعلیاں
 آہں دولا د کے یٹھے، سلاحوں کی رنگیں
 کھپ چکی ہے جس میں اتر، دس یگی ہے مسکودھیا
 یتمرد کا دودھ دینی کر ہوئی ہیں جو حواں
 آدمیوں کے پالنے میں یمد آتی ہے حمیں
 ان اداؤں سے کہ طوفاوں کی ہیں یا نی ہوئی

فاختہ کی آواز

آج تو فاختہ کی نرم آواز ہے یہ اس طرح غرقِ سوز و گداز
 جیسے سیری میں یا وطنی آئے جیسے حلِ جل کے شمعِ کچھکھکے
 جیسے لہقوت غرقِ سیوں میں جیسے سینا کی جستوں میں
 تسک کو جس طرح دل میں درد اٹھے ہوگی تو عروس کی جیسے
 شام کو ریر سایہ کو ہمار جیسے وادی میں دھیمی دھیمی پھوار
 جیسے جو برہ آئی ہو وہ مراد جیسے پھر بڑے ہوؤں کی دلیلیا
 جیسے اشکوں کی لہریسے میں یا فی آئے گئے پیسے میں
 جیسے سسراں میں کوئی لڑکی دیکھ کر مدیوں کو سادوں کی
 صبحِ یگمٹ کی ہم کے بیچے مانگے کی گھنائیں یاد کرے



ادھر قدرت کے ساتھ اعلان ہے تمام نعمت کا
 ادھر ہر سانس اس تک نہ ہر اک جام ہے ساقی
 کہا جاتا ہے مجھ سے زندگی انعام قدرت ہے
 سر کیا ہوگی اس کی جس کا یہ انعام ہے ساقی
 شکایت کیا کسی خوں ریز جینگیر و ہلا کو کی
 خود اپنا دل ہی جب جس ریز و حوں آتلم ہے ساقی
 عمل کا رستہ ہے جب دست ماحول و وزارت میں
 تو بھر کیوں آدمیت مورد الزام ہے ساقی
 جسے کہتے ہیں عرب عام میں تخلیق اسانی
 یہاں کس آغاز کی سعی زووں اکام ہے ساقی
 وہاں کشا گیا ہے میرے دل کو ذوق آرادی
 یہاں موج ہوا تک مرع ریر دام ہے ساقی
 تسمم اک ٹری دولت ہے جس کا میں بھی قائل ہوں
 مگر یہ آنسوؤں کا ایک تیسریں نام ہے ساقی
 جسے ارباب مذہب مادہ تو حید کہتے ہیں
 وہ آبِ صاف بھی اختردہ اصنام ہے ساقی
 حردتیا گریہ ہی حامل ہیں غہائے یہاں کا
 یہاں تو ساد کے پردے میں بھی کہرام ہے ساقی
 روکیں مد میں روتا تھا، خوانی دل کو رتی ہے
 رحب آرام تھا ساقی، اب آرام ہے ساقی
 تمنا میں حگاتی ہیں تو با کامی سلاقی ہے
 یہی مسح ہے ساقی۔ ایمتام ہے ساقی
 ٹری دریا دلی کے ساتھ ہر خوں ریز طاقت کو
 متیت کی طرف سے اذن قتل عام ہے ساقی
 یہ کس کی مہر ہیست تمت ہے گیتی کے سینے پر
 کہ ہر دزدہ ارل سے لرزہ را ادم ہے ساقی
 ادب کراں حراتی کا حس کو حوتس کہتے ہیں
 کہ یہ ایسی مدی کا حافظ و حیا ہے ساقی



دست دیا کے لوج میں اس حرفِ بہم کا ظہور لطف کی یہ وار سے ہے آستیا جس کا دور
 حال دعد کی لمحہ ریری، اردوؤں کی گفتگو زگسِ مخورہ میں طعیاں سترجِ آرد
 حدِ سیدار کا یا لا ہوا خواہِ مگران جنسِ مڑگاں کی گویائی اُتاروں کی زماں
 ایک ایسا سار، ماہیں یقیں و استہاہ یا سکے جس کو، کاں اور سس سکے کونجاہ
 حوق اس عاموت ہو یا بہر نے دے مجھے حوم کر رہا اٹھا اور رقص کرے دے مجھے



سَرشکِ تَبَسُّم

اٹھا ساعر کہ اسان کسے آلام ہے ساقی یہ رلط ہے، یہ مے، آگے حدِ آلام ہے ساقی
 رے مالے نوعِ اسان کیوں اہل سکھوں کھاتی ہے اصل کہتے ہیں جس کو زحمتِ یکِ عام ہے ساقی
 حقیقت کیا سمجھ میں آئے استیائے عالم کی فقط اک تکل ہے ساقی، فقط اک ماہ ہے ساقی
 سناؤ سارِ حکمت کے ترانے کس توقع پر کہ اس تک نوعِ اسان مددِ ادہا ہے ساقی
 صداقت آج بھی یوتیدہ ہے اولادِ آدم سے دروِیہِ مصلحتِ امیر اس بھی عام ہے ساقی
 ادھر یہ قول، ہم نے شرح کر دی حقائق کی ادھر اس تک وہی اہام کا اہام ہے ساقی
 ادھر تکمیل دیں کا ہو چکا ہے دعویِٰ حکم ادھر ایماں تھا عیسا مامِ انکس نام ہے ساقی

رقص

ہاں اٹھالے روحِ موسیقی را ب رفتاں
 رقص کیا ہے، خاک کے دل میں خروقتِ کائنات
 رقص کی تشریح پر مائل ہے شاعر کی زباں
 یکہ فانی میں گرم ناز، لافانی حیات
 حلوہ محدود کے دل میں۔ ایمائے تراب
 جامدنی میں حوئے تیریں جیسے تھم کر ہے
 محفلِ صورت میں لیلائے معانی کا ساڈ
 حوں میں لہریں یہ لہریں لُحس لے آوار کی
 غیر سمجھا دوں، درالاماتو میائے تراب
 حب صبا کی سساہٹ اور ساعی کھسک
 رقص ہے دراصل رمانی کا لُحس لے خروست
 حش مزلاں کی رنگیں مست، تیریں داستان
 معنی لے لعل کی ترح دل آویز و حش
 حوں کی گردن میں وہ رہ کر رگ پر دم
 حوئے طوداں حیر کے سایے میں فطنے کی امگ
 رقص اس تشریح پر مائل ہے شاعر کی زباں
 یکہ فانی میں گرم ناز، لافانی حیات
 حس لامحدودس حوئے کاتیریں ہیچ و تاب
 اکھڑوں کی شمر گئی، ساعدوں کے زمرے
 جیتھک میاک میں سیال نعموں کا ہساڈ
 لغزتوں پر لمرستیں مستی خرام مار کی
 رقص اس موثر یہ حیرہ سے الٹا ہے لقا
 قامتِ مودوں یہ س جاتی ہے ہلکی سی لیک
 قلب مارک میں تھالے ہم آغوش کا حش
 عتوہ ترکاہ کی سحر آویں اگڑاٹیاں
 حراوت یہاں کی مینائی، تمنا کا خروست
 حوصلوں کی لے قرار ی، ولولوں کا ہیچ و دم
 ہیچ کے آغوش تما میں میلے کی امگ

شرابِ ناب لیے رگی کٹوروں میں لہو میں کارواںِ سخنِ سرخ ڈوروں میں
 دراز زلف میں حادو، سیاہ آنکھ میں مدد نسیمِ صبح سارس، ہلالِ تمام اودھ
 ہوائے صبح سے روتس حیرانِ سیمِ تہی تنگتہِ غسلِ سحر سے مزاجِ گلِ بدنی
 لطرہ آئے وہ چہرے یہ چادرِ آبی بیامِ حیت میں گلِ کاریِ شکہِ خوانی
 حاکِ سیم سے ابھرے ہوئے نقوشِ تما صاحبِ تیں ہیں کہ رسات کی تبہ ہتھاب
 عجیب حسِ ٹیکتا ہے حیتِ وارو سے مہک رہا ہے بدنِ کسی کی حوتِ بو سے
 مقابلہ جو کرے کوئی چاند پھیکا ہے جبیں توح یہ مندل کا سرخ ٹیکا ہے
 می ہے زلف میں، اشاں کر کے نکلی ہے یہ کس کی موت کا ساماں کر کے نکلی ہے
 لہوں پہ کھیل رہا ہے اتر نہالے کا گماں ہوتا ہے ہر مارِ سکرالے کا
 سیاہ زلف یہ آکیلِ حیفِ آبی ہے برہہ پا ہے تو ہر نفسِ یا کلابی ہے
 مری طرف سے کوئی کاتس یوں ہو گرمِ حفا کہ وقتِ صبح ہے لے دھڑبہ ہتھاب
 ارل کے دن سے دیرِ جس کا کھکا ہوا ہوں ادھر بھی ایک لطرہ میں تراجمِ کاری ہوں



سارے بھی دوستوں ہی کی طرح تسکین طر کا حویا ہے
 ہر حید کہ اس نے قیمت سے تسکین کا رستہ کھویا ہے
 ہر ہر ہو کہ رہن دوں میں تسکین کی خواہش کیسا ہے
 ہر حید وہ سیدھی راہ یہ ہے، راہ ٹھنک کر حیراں ہے
 قاتل نے یہ سمجھا انسان کا وہ خون ہمارے ملتی ہے
 قاتل نے یہ سمجھا آسائش آنکوں کو گرہ لگتی ہے
 صوفی نے یہ سمجھا وہ دل کے پیالے میں مل جائے گی
 میکس کی سمجھ میں یہ آیا میخانے میں مل جائے گی
 پس دوق طرب میں انسان ہوتا ہے رملیوں میں
 ہے اہل میں وہ بھی دنیا کے معصوم ترین انسان میں
 جال اس یہ ڈال لے مید انگس یہ ہم حرم کا طائر ہے
 آیا ہے ٹھنک کر دیر میں جو گمراہ ہیں ہے رائے ہے
 تھے کھی رہیں یہ محرم ہیں خواہش ہی کے زیر فرمان ہیں
 ہر محرم سید کے محض فریاد خواہش ہی کی ہر پتلاں ہیں
 المصنعاں تشریکوں سے ہم یہ حقیقت کھلتی ہے
 کہتے ہیں جسے دیا میں ہدیٰ ہمگی ہوئی وہاں کیا ہے



گنگا کے گھاٹ پر

بڑے سرحئی فارے ہواے محرابے
 بہایا کون پلا آرہا ہے گنگا سے
 سراڈلائی کا سرور نظر ٹھکانے ہوئے
 دماکے دانتوں میں آکیل بدن میرا ہے ہوئے
 لہو پہ مہر حوتی، خموشیوں میں خطاب
 کمر میں لوتج، حمیں پردک، نظریں تراب
 قدم قدم یہ تمنا میں دستاں کی
 مدح شگفتہ یہ طعیاں حوالی کی

بھٹکتی ہوئی نیکی

ہرے کو سلسل حبش ہے، راحت کا ہا میں نام ہیں
 جھٹائی ہے نصیر تیرے ہی، مفقود یہاں سیرانی ہے
 اس زم جلت کا ہر درہ، چینیوں کے امروہ ہیں
 لیلانے سماعت مضطر ہے، عسرت کے ترانے سے کو
 ہیماں ہے حتمیستی میں رفعت کا نوشتہ ڈھسے کا
 ہر دم کی دھس ہے تمنع سے، مضطر ہے نگہل جانے کے لیے
 اگاڑوں یہ تنعلے لوٹتے ہیں بھلی یہ تعویذ یا لے کو
 لے میں گو لا رقعات آدھی یہ ترف یا لے کے لیے
 ہر قطرہ دریا غلطاں ہے، موتی یہ تسلط پالے کو
 ہر دل میں غم اک کا ہنس ہے امید کا ساعہ ٹھکے
 ہر لمحہ یہ خواہش روحانی حدوں کو احساں کرتی ہے
 وہ چور حوتب کے پردے میں سحر کی غم سے آتا ہے
 اک ایسی ہی خواہش اس کو بھی جوڑی کے لیا ساتی ہے

اس عالم سعی و کادش میں اسان کے لیے آرام نہیں
 ہر دم میں اک نے جیسی ہے، ہر روح میں اک نے جیسی ہے
 اک عشتہ بیہم کاہ بیچ، اک لڑش نہاں کوہ بیچ
 ہر نفس کا دامن بھیلانے تکمیل کی کلیاں جیسے کو
 اک دھس ہے ترقی کرے کی اک جوتی آگے ٹرے کا
 ہر رنگ کا سیدہ ملتا ہے یارس میں بدل جانے کے لیے
 جیٹکاریاں مرغ مکمل ہیں تاروں کی جگہ کھل جانے کو
 جوتی ہے بیچ و تاب بیچ دھانے سے الجھ جانے کے لیے
 ہر درہ حاکم اڑتا ہے حور سید سے مگر کھانے کو
 ہرے کی تڑپتی طرت میں خواہش ہے ترقی کرے کی
 میدان کے تپتے دروں کو سورج سے کیا کرتی ہے
 حوید کی ماتی سستی رطلت کی طرح جیھا جاتا ہے
 جس طرح کی خواہش نورانی دیوتاؤں میں ماتی ہے

قیمت بادہ میں جو خرقہ کہ ہوتا ہے گرد
 جوت عقی کی ادا اسی کے عوص جیروں پر
 اس یہ قراں ہیں سو حامیہ احرام یہاں
 کھلتا ہے اثر مادہ گلف نام یہاں
 اک تسخر ہے نظام سحر دستام یہاں
 وقت رہتا ہے سد الزہ راندام یہاں
 حلقہ ماندے ہوئے بیٹے ہیں گل اندام یہاں
 قطعہ ایک نص و لغزتی یک گام یہاں
 جد ایسے سخی کل آئیں گے خدام یہاں
 ل یہ ہے زمرہ عاوط و حیام یہاں
 گر درنداں یہ مست، بعد عشوہ و نار
 خواب مد سالہ کے مامد ہے اے محرم راز
 لب ہلاتے ہی خود میا کو ہلا دیتے ہیں
 شکر ہے حق کہ اور ادو وظائف کے عوص



خرابات

یہ خرامات ہے تقویٰ کا ہیں کام یہاں
 عین طاعت ہے تماشا ہے لبِ مام یہاں
 رقص کرتی ہے ریں رات کی رنگینی میں
 وجد کرتا ہے فلک، صبح کے ہنگام یہاں
 میکے میں۔ ہولے تیجِ حرم مکہ مردش
 کہ ارلے ہیں گمشائس اور ہام یہاں
 اتر ترمیت پیر معشاں کے فتراں
 حارج اور کث ہے امدیۃُ آلام یہاں
 شکر ماری کے علی الرغمِ مقہرہ و دین
 حکم ایزد ہے کہ گردش میں رہے عام یہاں
 مسکدے کا ہے مشیت کے اتاروں یہ مدار
 عام در دست ہیں خود متروع کے احکام یہاں
 طوطیِ قدس ہے اک رستہ پامید رولوں
 طائرِ مدد رہے اک مرغِ تیر دام یہاں
 سایہِ رفس ہے لذتِ دوشِ رداں
 ظلمت کفر ہے رونقِ اسلام یہاں
 اترے لعلی ہے طلبِ حاء و محمود
 ہر دمِ مسحرگی ہے ہوسِ مام یہاں
 حوں رداں قدحِ خوار ہے اور لیلِ گار
 لبِ جبریل ہیں در حورِ معینام یہاں
 کسی صورت میں بھی ماتی ہیں جائے تاویل
 کسی آیت میں بھی ممکن نہیں ابہام یہاں
 استدلالِ مستحق ہے اس راہ میں چڑھتی ہوئی دھوپ
 مستعلیٰ عقل ہے حورِ تیز لبِ مام یہاں
 سر لیں راہ میں تبدیل ہو اکتی ہیں
 رو بہ آغا رہی رہتا ہے ہر اکام یہاں

پُر و کرام

اے تھیں اگر خوش کو تو ڈھونڈھا چاہے وہ کھیلے پہر حلقہٴ عرفاں میں ملے گا
 اور صبح کو وہ ماطرِ لطارہٴ قدرت طرب جیسو سخنِ سیاہاں میں ملے گا
 اور دن کو وہ سرگتہٴ اسرار و معانی تہیہ سرو کوئے ادیساں میں ملے گا
 اور شام کو وہ مردِ خدا، رندِ خرابات رحمت کدہٴ بادہٴ فردشاں میں ملے گا
 اور رات کو وہ علوتی، کاکل و درحسار بریمِ طرب و کوچہٴ خواں میں ملے گا
 اور ہوگا کوئی جبر تو وہ مددِ محمدر مردے کی طرح خاہد ویراں میں ملے گا



سینم



خوف کا جس ہے زما لے ترے سوارِ سوار خوف ہے اک نام لک طاثر مردارِ خوار
 باغ و گستاں سے ہیں ہوتی نظرِ حس کی دیدار روز و شب لاشوں پہ منڈلاتا ہے جردِ یارِ دار
 تیرے سپرد اس کا منڈلاتا تھا تو ہیں ؟

عور کر تو اک عفوت حیرلاتا تو نہیں ؟

خلق میں محترما ہے اور تو معروفِ خواب حوں میں ذلت کی موعیں کھا رہی ہیں بیچِ تاب
 تیری غیرت کو جس کی ہے کہ دشمن کا عتاب تیری ماں بہنوں کی راہوں میں الٹا ہے نقاب
 اب تو رجمی تیر کی صورت میرا چاہیے
 یہ اگر ہمت ہیں تو ڈوب مرا چاہیے

دیکھ تو کتنی مکتد ہے فصائے روزگار کس طرح بھایا ہوا ہے، حق پہ مائل کا غبار
 مرم یروانی میں روح اہر من ہے گرم کار میان سے ماہر لٹپڑ، لے علی کی نودا العقار

نقشِ حق کو اب بھی ادِ فاعلِ اعلیٰ کرتا نہیں

اسی تقلیدِ حبسِ ابنِ علی کرتا ہیں !



کھول آکھیں لے ایسے کا کل رست و کو اُہ کی موہوم موہوں پر ہا حاتا ہے نو
حتم ہے آسو ہالے پر ہی تیری آردو اور تہسید کر لالے تو ہا یا تھا ہو

ہاتھ ہے ماتم میں تیرا سیسہ افکار پر

اور سیسہ اس علی کا ہاتھ تھا تلوار پر

تھیں ٹھٹھروں چکاں تبیین جیسی لوح کی اور صرف اک سید سجاد کی رکیر تھی
آئی تینوں کی رہی دل میں تیرے یاد بھی حافظے میں صرف اک رکیر ماتی رہ گئی

دہن کو لے چارگی سے اس پیدا ہو گیا

اتبع عالم کے پیروا یہ تھے کیا ہو گیا

اُہ تو اور سارو برگ سامیت کا اہتمام کیوں نہیں کہتا کہ مظل کی حکومت ہے حرام
تھے کو اور ریدان کا ذکر کیوں لے علام سگ دام حاتا ہے رہ چکے ہیں قید میں کتے امام؟

تو متالِ اہلیت یا ک مرکتا ہیں

عشق کا دعویٰ ہے اور تقلید کر سکتا ہیں

دیکھ تھک کو دیکھ، میں ہوں ایک زبیر زار رسم تقویٰ ہی سے واقف ہوں طاعت دو عیار
مسو ہے تھکے کا مدھے پر عمارے رنگار موت کو لیکں سمکتا ہوں حیات پائیدار

رسم و راہ رہد و تقویٰ کو مسک کرتا ہے تو

قل سے ڈرتا ہیں میں، قید سے ڈرتا ہے تو

خود کہتی آگ کے تعلق یہ سو یادہ حسین حس لے ایسے حوں سے عالم کو دھو یادہ حسین
 حوں میں کی میت یرنہ رو یادہ حسین حس سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھو یادہ حسین

مرتبہ اسلام کا حس لے دو بالا کر دیا

حوں لے حس کے دو عالم میں اعالا کر دیا

لطق حس کا نمبر سا زمیں سردہ حسین تھا حو تریح معطیٰ بقفسیر حیدر، وہ حسین
 اتشگی حس کی حواب موج کو تر وہ حسین لاکھ یر کھاری رہے حس کے ہتر وہ حسین

حو محاط تھا حد کے آخری پیغام کا

حس کی معنوں میں جھلنا تھا ہوا اسلام کا

ہمس کے حس لے بی لیا حام تہادت وہ حسین مر گیا لیکن نہ کی فاسق کی میت وہ حسین
 ہے رسالت کی سیر حس کی امامت وہ حسین حس لے رکھ لی نوع انسانی کی عزت وہ حسین

وہ کہ سورغم کو ساپے میں حوتی کے دھال کر

مسکرا یا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

اے حسین! اب تک گل استاقل تری جہت کا باغ آمد میوں سے لڑ رہا ہے آج بھی تیسرا حیران
 تو نے دھو ڈالے حسین ملت پیما کے دایع تیرے دل کے سامنے لڑ راں ہے باطل کا دماغ

محر کا دل میں در کچھ مار کر نا چاہیے

حس کا تو آقا ہو، اس کو مار کر نا چاہیے

کربلا میں اور تجھ میں اتنا اعدا المشرقیں اُس طرف شور و جز حوانی اور کھڑے کے میں
 اُس طرف تکبیر اور صرنا مہا کے شور و شین اس طرف آنکوں کا پانی اُس طرف حویں حسین
 وہ تھے کس منزل میں اور تو کو کونسی منزل میں ہے

شرمے گڑھا، اگر احساس تیرے دل میں ہے

کربلا در پردہ بشارت اور طہا ہر محل
 کربلا سے واقفیت بھی ہے مریض؟ جس کے دردوں پر پھر کتنے ہیں حواں مرد کی دل
 جس کی رفعت سے ملدی آسمانوں کی محل
 خندہ زں ہے جس کی رفعت گندِ اہلاک یہ

مہر تکبیلِ موت تمت ہے جس خاک یہ

حس کے ہونے میں غلطاں ہیں ہزاروں آفتاب
 حار کی بعموں میں جاری ہے جہاں حویں گلاب
 جس کے خار جس میں ہے خوشبو آلود تراب
 کربلا ہمارے عالم میں ہیں تیرا حواں
 کربلا! تو آج بھی قائم ہے اپنی مات یہ

مہراب بھی بچدہ کرتا ہے ترے درازات یہ

اے حیرانِ دودماں مصطفیٰ کی مارگاہ
 تیرے خار و جس یہ ہے تابندہ حواں
 تیری عاب اٹھ رہی ہے اب بھی بیواں کی نگاہ
 آ رہی ہے درے درے سے مدد

لے رہیں احوں ہو کر تیری ریت ہے جس

تیرے سائے میں مجھ کو اب یہ راحت ہے جس

کیا شاؤں کیا تصور تو نے پیدا کر دیا غیرتِ حق کو کھلا کر، حق کو رسوا کر دیا
 کربلا و خونِ مولا کو تماشا کر دیا ”آں رکنا ماد“ و بستاںِ مصلیٰ ”اکر دیا

مشقِ گریہ عیت کی تہید ہے تیرے لیے

عشرِ ماہِ محرم عید ہے تیرے لیے

سورج تو کچھ جی میں لے مستاقِ راہِ مستقیم مومنوں کے دل ہوں اور داماندہِ امیدِ دیم
 تہذیبِ آہِ دجاسے دل ہوں سیوں میں دویم کیوں بھی لے دے کے تھا کیا مقصدِ دینِ عظیم

حرف ہے قربانیِ اعلمِ طرے گرہِ جائے

اس حیدر کے لہویر دیکھ یا فی بھرہِ جائے

سارہِ عسرت ہے نگھے دکرِ اسامِ مشرقین ڈھانسا ہے تیرے کئے لستگاںِ عم کا بین
 تیری دارالغرب ہے اہلِ عراق کا توردین سر جھکا لے ترم سے لے تاحر حویں حسین

دہیں ہیں آنا ہو جس کا ماتمِ غواروں کے ساتھ

اُس کا ماتمِ اور ہو سگئی کی ہسکاروں کے ساتھ

عم کے کئے ہر درتا کے مٹائے جائیں گے؟ کس تک ہم آخریئے عسرتِ رائے جائیں گے؟
 دامِ یرتا جیدیوں والے گرائے جائیں گے؟ آسروں سے ”انکھا“ موقی“ سائے جائیں گے؟

بہرِ لقمہ تار کے مسرہ مسرہ کھولے گا تو؟

بانگیا یاں کے کاٹے پر ہو ترے کا تو؟

مائع شیون ہیں سید ایاہ مستقل مگر فیطرتی تھے دتس پر بھی بھرتا ہے دل
دل ہیں بکھرے مولا پر نہ ہو جو مفعول مگر اے مومن سے ہے ترین نرم آب و گل

کون کہتا ہے کہ دل کے حق میں غم اچھا ہیں

پھر کمی شغلِ مگر یہ لعب العین سکتا ہیں

ہاں میں واقف ہوں کہ آنسو ہے وہ تیغِ آلودہ سگ و آہن میں اترا جاتی ہے حس کی رم دھار
ہے مگر مردانگی کو اس حکم اشکوں سے عار جس کے تیتوں میں غلطاں ہوں تھیاعت کے سرار

اشک بے سوردروں یا فانی ہے ایماں کی قسم

قلبِ تسمیہ استعابِ مہرناں کی قسم

سوچ تو اے ذاکرِ اسدِ طبع و دمِ خور آہ تو یلہام کرتا ہے شہیدوں کا ہور
تاجِ راءِ متق ہے مجلس میں تیسری باد ہور فیس کا دریوزہ ہے مسرہ تری گفتگو

عالمِ اخلاق کو رپرور رکھتا ہے تو

خونِ اہلبیت میں لقمے کو تر کرتا ہے تو

حرمِ ے کچھ کو سکھایا ہے دناوت کا سبق کمر ملا کے ذکر میں بیٹھا ہیں کیوں امامِ حق
جیتنے دولت ہے تیرا سیل اسکا بے قلق خوں کی یاد دے سونے کے مانا ہے ورق

حارہِ ارماد ہے دولت سرا تیرے لیے

اک دینہ ہے نہ میں کرنا تیرے لیے

ڈاکٹر سے خطاب

ہو تیار اے ذاکر افسردہ فطرت ہوشیار مرد حق اندیشہ اور باطل سے ہزار بار
صعب کا احساس اور مومن کو کیا یہ حلفتار لافنی الاعلیٰ لاسیف الادوالفقار

جو جیسی ہے کسی قوت سے ڈر سکتا ہیں

موت سے ٹکرا کے بھی سادت مر سکتا ہیں

تو ہیں روح تہید کر ملا سے ہرہ مسد تیرے شاہوں پر تو زلف زردی کی سہکند
سخت استغاب ہے اسے بیشہ و راتم پسند یہی وہی غم کے پیسے میں ہو قلب گو مسد

مگ کا موح ہے یہ اہل و غاکے واسطے

یوں نہ ماتم کر تہید کر ملا کے واسطے

مٹ جائے، کارخانے، عیسیٰ کھیت، بھٹیاں مگرتے ہوئے درخت، سلگتے ہوئے مکان
 بجھتے ہوئے یقیں، بھڑکتے ہوئے گماں ان سب کا اٹھ رہا ہے بغاوت کا پھر دھواں

شعلوں سے پیکروں کے لیٹے کی دیر ہے

آتش فشاں یہاں کے پیٹے کی دیر ہے

وہ تادہ انقلاب ہوا آگ پر سوار وہ سسائی آئینہ وہ اڑے گئے شرار

وہ گم ہوئے یہاں وہ غلطاں ہوا عمار اے بے خرا وہ آگ لگی آگ، ہرستیار

ڑھتا ہوا فضا یہ قدم مارتا ہوا

کھوپال آ رہا ہے وہ بھمکارتا ہوا

جہاں ہرئی ہیں زیرِ فلک بدحواسیاں آنکھیں اداس اداس تو مہ ہیں حواں دھواں
 نئے دوسرے ہرئے ہیں تو اچھٹیں ہوئی رماں وہ نصف ہے کہ منہ سے نکلتی ہیں دھواں

اک دوسرے کی شکل کو پہچانتا ہیں

میں خود ہوں کون؟ یہ بھی کوئی عانتا ہیں

خاموش ہیں طور، چپس سر پہ درگلو تاحیں مسرودہ، حوتہ انگور رردو
 بھولوں کو اب نہیں ہے تمنا کے رنگا ہو بلبل کو آتیاں ہیں قصص کی ہے آردو

فادست گر بہار کا مہ چرنے لگے

آئیں حواں دھیاں تو میں جھوٹے لگے

سردہسی، ساز، سسل، ہنرہ زار بلبل، باغباں، بہاراں، برگ بار
 جیموں، عالم جم، انجواں، جوئے مار گھٹن، گل مدں، دھولائی، گل مدار

اب بولے گل - باد بھانگتے ہیں لوگ

وہ جس ہے کہ لوکی دھامانگتے ہیں لوگ

پھر زارے ہیں راکبِ تنگیں زندگی لے آئینی ہے تاہم آئیں زندگی
 پھر مرم و پچے ہیں قوانینِ زندگی پھر موت ہے پیامِ بر دینِ زندگی

پھر تنگ زندگی سے ٹٹتے ہیں لوگ

مسا - حیات مس کچھ عار ہے یہ لوگ

حس کے قلم ہیں تہج و ترسے لڑے ہوئے جس کی لڑائیوں سے تہج و ترسے

حقیر ہیں جو یہاں کی صورت اڑے ہوئے دلت کے مدد پر تہج و ترسے

شاعر ہو یا ادیب قلم در ہے آج بھی

انگریز کا غلام گور رہے آج بھی

وہ شاعر اب قوم گراں قدر و معتر رہتے ہیں حقیر تہج و ترسے

سورج یہ جس کا ہاتھ ہے اور پاؤں چاند پر روٹی وہ دھنڈے سے تہج و ترسے

کیا جبر ہے ادب پر کوئی عامتہ نہیں

جانے وہ کیا حو حو بھی پہناتا ہیں

وہ حس کی دستوں کی کوئی استہا نہیں سست موافق تہج و ترسے

دستیں کوئی قید، کوئی گوریستیں وہ اشری ہے تہج و ترسے

کالے اور گئے اسی عداوت ہن

رہ گئے دراست و قلم چاہت ہن

ہے د کو اکھ اٹھا تہج و ترسے

نہی ہے آہ تہج و ترسے

روسا ہما

آکھ اٹھا تہج و ترسے

صومگوں میں رہیں کیسے دم میں اٹھیں بکا ہوا ہے باغ تو کھرا ہوا بھل

لیکن۔ ایں سرمد و ایں کثرتِ مہاں عشاق کی روتی ہے ران شب و ماں

معتزقہ ہے و نور حیات گڑی ہوئی

افکار کے گچے میں ہیں، نہیں پڑی ہوئی

مہذبِ اقتدار کا اثر ہے کمال دیکھو تو سرمد، ٹھوکر تو پامال

کاؤں کے رہنمائی کو رہیں گہروں بھارت کا رنگ یہ ہے برٹش گینگو

باقول میں پہلا حبس برٹش ہے بڑا

مادی گرد و گتہ، یہاں چھپے بڑے

قوم ہے کہ منہ بستہ، کاؤں پر حوالتِ اعزاز کی کھٹکھٹ پر

نہیں ہے یہ ٹھوکر پہ منہ بستہ اندر سے میں دل پر ہی کاؤں پر

رہنمائی کے لیے جڑیں سے

کلیں دو چار ہیں کاؤں کے ملنے

منہ بستہ، کاؤں پر دل میں رہا، فریضہ رہا

منہ بستہ، کاؤں پر منہ بستہ، کاؤں پر

منہ بستہ، کاؤں پر

منہ بستہ، کاؤں پر

جس کے قلم ہیں تیغ و ترسے ٹپے ہوئے حس کی لڑائیوں کے ہیں جھڈے گڑے ہوئے

حق پر ہیں جو یہاڑ کی صورت اڑے ہوئے دلت کے غار میں ہیں وہ اب بھی ٹپے ہوئے

شاعر ہو یا ادیب قلندر ہے آج بھی

انگریز کا غلام گور رہے آج بھی

وہ شاعر اب قوم گراں قدر و معتبر رہتے ہیں حس کی جیب میں اسرارِ کرد

سورج یہ حس کا ہاتھ ہے اور پاؤں چاند پر روٹی وہ ڈھونڈتے ہوئے پھرتے ہیں دربار

کیا حیر ہے ادب یہ کوئی عامتہ انہیں

جانے وہ کیا حو حریف بھی جانتا ہیں

وہ جس کی دستوں کی کوئی انتہا نہیں سب سے سوا انہیں کے لیے تنگ ریں

دستیں کوئی قید، کوئی لوریستیں وہ استری ہے کوئی کہیں ہے کوئی کہیں

لوگ آئے اور گئے اسی عدا ماتے ہوئے

یہ رہ گئے دواست و قلم جاتے ہوئے

ماہلِ حمور کو نظر آتا ہے دور میں عالم کو آنکھ اٹھا کے کبھی دیکھتے ہیں

ماہلِ حمور تو حق یہ جڑھائے ہے آستیں میٹھی ہے آسمان کو دوہیے ہوئے ریں

کوتا سے رمرموں کی ترار و سا ہوا

205434

مرعِ حیر، سے کاٹھ کا آٹو سا ہوا

صوفیوں میں جس کیسہ دم میں ہوں بکا ہوا ہے بارغ تو کھرا ہوا بھل

بیکس - این سرمد وایر کترست موں عشاق کی روتی ہے رانی تپ دمال

مشتوقہ نہ دفور جیات گڑھی ہوئی

افزار کے گچے میں ہیں ابیں پڑی ہوئی

اربابِ اقتدار کا اثر ہے کمال دیکھو تو سرمد، انمول تو پائمال

کاوی کے رہے ہیں گویا سہ سون محارت کا رنگ رہا ہے برشس کی پائمال

ہاتھوں میں پھرنے میں تھیں لیے ہوئی

ساری گرد کی تھی ہیں چیلے ہوئی

گومست نہ کہ مست دست کاوہ - ہو حوالت اعز ام کسی شخص پر - ہو

قدیم نہ یہ مگر کہ اب طشت تر ہو اندر سے ہیں لوں پر کی کاوہ - ہو

ریشمی تھے گل پرست ہاؤں کے سننے

گل آئے وہ چرات ہیں کاوہ کے سننے

عدا رہتے ہو کل وہ عیبِ وطن ہیں آج مد خواہ ما عہدم سرور کس ہیں آج
کل تک تھے جو سمومِ انسیم جن ہیں آج خسرو کے حو غلام تھے وہ کو کس ہیں آج
لچھمس کا دل ہے تہذیبِ عم سے بیٹھا ہوا

در پرچہ رام چندر کے راوٹ ڈٹا ہوا
مفسد ہیں فوج اس کے سالار آج کل ڈاکو ہیں سیم و در کے گمہ دار آج کل
راع در عس ہیں مطربِ گلزار آج کل افسر ہیں مملوؤں کے جڑ پیار آج کل
جنگیر خاں ہیں بیسی دوراں سے ہوئے
کانٹے ہیں چوب خیڑ لستان سے ہوئے

رطانیہ کے حامی علاماںِ حصارِ زاد دیتے تھے لاکھوں سے جو مہ وطن کی زاد
حس کی ہر ایک صرب ہے اس تک سرور کو یاد وہ آئی سی ایس ابھی ہیں خوشِ قوت و زاد
شیطان ایک رات میں انساں بن گئے
تھے مک عرام تھے کپتیاں بن گئے

سیوں سے اٹھ رہی ہے وہی لے ملی کی مچا اس بھی بعل میں پُر کو دیا ہے ہوئے ہے پاپا
ما تھے یہ اس مٹی دولتِ طاغوت کی ہے بیا بیٹے ہیں اس کے آج بھی ہم لگ اور وہ اب
آرادیاں ہیں لوٹے غلامی لیے ہوئے
اس مٹی سروں یہ تاج ہے مایہ کیے ہوئے

سرسبز کئی ارشد ہے پاک کہ دنیا سرور چینا کو جس رعنا تک کہ دنیا
 چہرہ شامار کو کہ گدھا خاک کہ دنیا خور حریف کھڑے کھڑے اس کو چاک کھڑا
 نہیں چڑھ کے اٹھتے دیکھ رہے اس طرح کو آگ لگ گئی کھڑے چہرہ ان سے

غائب، دہشتِ حیم امانت میں باریاب تھپٹاں بنے فرازِ ہدایت کے آفتاب
 پیرِ بدبو پٹے ہیں جو بڑے مریوے حساب ان قاتلوں کا حضرت ایسا ہے خطاب
 وہ جو تمام راہزنیوں کا امام ہے وہ شمس آج خضر علیہ السلام ہے

دیتے تھے بھی دشام سراپا میں جو ناسزا گردن پہ جس کی خوں ہے مرواں راہ کا
 کل جہن کی ڈرہٹیوں کا نشانہ تھے رہما ان ڈہٹیوں کو ہم نے ٹکڑا کر سدا
 قیدی تھے تو خیرت برادر ہو گئے جو قید کر رہے تھے وہ آزاد ہو گئے

حکامِ عمر میں کے ہیں داس سے ہوئے سی آئی ڈی ہے بادِ اعلیٰ سے ہوئے
 داردِ دل ہی ہیں قولِ بدوں کو دیے ان کے چوروں سے کو تو ال ہے سازش کیے ہوئے
 رُش کے مادموں کو اچھالے ہوئے ہیں ہم سانپوں کو آستیں میں لے لے ہوئے ہیں ہم

بحیہ ہوا تو اور بھی یاد اور ادھر گئی بندھن کھلے تو جسم کی رگ رگ جھڑ گئی
 بھرے گئے حوشر تو سستی اتر گئی ٹوٹی ریس تو عقل میں زنجیر پڑ گئی

طاقت ملی تو کوئی توانا نہیں رہا

رسا جویدہ تو کیفیت کا دانا نہیں رہا

بارش ہوئی رہیں دندک کرا ل گئی ادوی گھٹنا اٹھی تو ہر سی دودھ جل گئی
 اگھری حیات ہوت کے سانچے میں ڈھل گئی ما نہیں یڑیں گئے ہیں کہ تلوار چیل گئی

آبِ لقا سے رہر کی لہریں ابل یڑیں

لو سے لیے تو منہ سے زبانیں نکل یڑیں

دشمن گئے تو دوست جے دشمنیں دھل تبسم حوری تو کھول گئے لالا و سس
 سسکی ہوائے سرو تو کجلا گیا جن غفلت کی تہہ کھلی تو برآمد ہوا کفن

لغے جھڑے تو تنور سر ہام بج گیا

جینگی کلی تو راع میں کہرام بج گیا

ہر مولے زلفت ایٹھ گیا، مارا گیا ہر مہر کا خلیب حصار بن گیا

ہر صبح کا رسول، شب تار بن گیا ہر لہج اک ابی ہوئی تلوار بن گیا

مدنی نگاہ طور سے بے طور ہو گئے

ہم نوجواں ہوتے ہی کچھ اور ہو گئے

سکھنے گرد کے نام کو مٹہ لگا دیا مندر کو رہیں کے چیلے گرا دیا
مسجد کو شیخ جی کی کرامت نے ڈھادا مجھوں نے ٹرہ کے یردہ محل جلا دیا

اک سوئے طس کو غلعلہ عام کر دیا

مریم کو خود مسیح نے بد نام کر دیا

سکوں کے انھس میں خریدار آگئے سیٹھوں کے خادماں و مادار آگئے
کھدر ہیں ہیں کے مد اطوار آگئے در پر سعید یوتس سیہ کار آگئے

تاریکیوں کو جیوڑ کے روشیں جس گئے

حو لوگ آسماں تھے ریر ریشیں گئے

بل بھر میں سوئے دست حوں مڑ گیا سماج اپنے وطن کی ستم۔ ایسے گرد کی لاج

رہیں بدل گئیں، نہ والا ہوا رواج وہ گھنگور ہی۔ وہ لہجے، وہ مرا ج

گھرا پنا گھر گہست ہی خود موسے لگی

حد ہے زماں دیویری جو سے لگی

چیلے لگی لست یہ جھیری انتقام کی جھاٹی گئیں تمام حو لطیں تھیں کام کی

رجل ہی کی بات چلی اور رام کی گڈی سے کھچ گئی حوراں تھی عوام کی

جیواں نو کھلا گئے مرہ کھولے گئے

اساں بولیاں وہ ٹی نوئے گئے

بکھیر ہوا تو اور بھی یاد رکھو اُدھر گئی
 بدھن کھلے تو جسم کی رگ رگ مسکڑ گئی
 بھرے گئے جو شہر توستی اسٹرو گئی
 ٹوٹی رس تو عقل میں رنجیس پڑ گئی

طاقت ملی تو کوئی توانا نہیں رہا

رسا جو میرہ تو کیفیت کا دانا نہیں رہا

بارش ہوئی زمین دندک کر ابل گئی
 اوری گھٹا اٹھی تو ہری دوب ابل گئی
 ابھری حیات ہوت کے سانچے میں وصل گئی
 ما نہیں پڑیں گلے میں کہ تنوار چیل گئی

آبِ نقاسے رہر کی لہریں ابل پڑیں

بو سے لیے تو منہ سے زبا میں کل پڑیں

دھم گئے تو دوست بنے دھمیں وطن
 تبہنم جرنی تو کھول گئے لا لا اسس
 سسکی ہوائے سرد تو کجلا گیا چین
 علت کی تہہ کھلی تو رآمد ہوا کھن

لئے جھڑے تو سورسیرام بج گیا

چٹکی کی تو ام میں کھرام بج گیا

ہر مولے زلف ایٹھ گیا، مارا ہر گیا
 ہر مہر کا حلیب جعلا رہ گیا
 ہر مع کارمول، تپ تار رہ گیا
 ہر لچ اک اپنی ہوئی توار رہ گیا

مدنی لگاہ طور سے بے طور ہو گئے

ہم و جواں ہوتے ہی کچھ اور ہو گئے

سادی ہوئی تو غم کے حزالے لٹا دیے کچھ یوں دیے حلائے کہ دل ہی نکھا دیے
 مہرا نہ تھا تو سرم کے پردے اٹھا دیے مہدی لگی تو خوں کے دریا بہا دیے
 دو لہا نے تو عدم سرت سے ٹھہ گئے

گھوڑے کے لات مار کے سولی پر چڑھ گئے

دیکھ تو سوز موج محکم نہیں رہا چپکے تو لحن سار و ترم نہیں رہا
 لپکے تو رقص درگ و تسم نہیں رہا چپکے تو بولے محل کا تلام نہیں رہا
 کایہ حوتار دیو محسوس ہوئے لگا

چپے ہوئے حوصلے تو رن ہوئے لگا

ابھرے تو خوش بادہ گساراں نہیں رہا بادل گھرے تو رنگ ہاراں نہیں رہا
 مائیں کھلیں تو رقص نگاراں نہیں رہا نوتل کھلی تو مجمع یاراں نہیں رہا
 کوئی بیل بادہ یستی نہیں رہی

مستی کی رات آئی تو مستی نہیں رہی

حب ماغیاں قدم طر مسد ہو گیا ہر رنگ نرم خاک کا بیوہ ہو گیا
 عاشق خود مل یار سے حور مسد ہو گیا طالع گرا دماغ یہ دل مسد ہو گیا
 اترا بجنار عقل کو طاعون ہو گیا

یہ دہرا ہوا تو عکس حور ہو گیا

ماطل ہوا جو خوت تو دل اور ڈر گیا بھگیں میں تو ریت کا منہ اور اتر گیا

پایا سب عمر کا پیرا سہمہر گیا یرساں ہوئے مسج تو میرا مر گیا

لئے چھڑے تو تورش بیکار س گئے

گو بچے حور اک تیج کی حصار س گئے

چمکے حوا اعتماد کے گھار میں طیور لے اعتمادیوں کا گیا تور دور دور

دو ڈار بخ فسر وہ یہ حب رندگی کا نور دی موت نے صدا کہ "مستے ستری حصور"

باقی رہے عکس کوئی موت کے لیے

لوٹدی بھامیں آئی ہے ڈنڈوت کے لیے

فتے مٹے تو اس کی دولت ہیں رہی انساں کی وہ قدر وہ قیمت نہیں رہی

ماصل ہوا غروح تو عرت ہیں رہی یا فانی جو حریت تو حرارت ہیں رہی

حب رد و گار گرم ہوا سگ ہو گئے

دست ملی تو ادھر بھی دل تنگ ہو گئے

جھٹکی حو چاندنی تو طرحی ظلمتوں کی تاں مارا حب کھلا تو ہوئی بد ہر دکان

چھیڑے حور اک سر پہ کڑکے لگی کساں چعت کی لگی حو ڈاٹ تو سق ہو گیا کساں

دراں سے اور دل ہمد تن درد ہو گیا

پھوٹی کرن تو صبح کا سحر درد ہو گیا

جھومی گھٹا، فنا سرور آمیز ہو گئی کھولی خوشی نے راتِ عمِ اگسیر ہو گئی
مجلی سیمِ عقل، جنوں خسیں ہو گئی سائے میں دھوپ اور بھی کچھ تیر ہو گئی

یارا، چلی حوسر ہو ایں تو جڑھ گیا

درماں ہوا تو دردِ جگر اور ٹھہ گیا

اک دل تیس کلی حوسرِ باغ کھل گئی تو خاک میں لطافتِ مکرار مل گئی
یہی قہارے نرم تو ملدا اور جمیل گئی ٹہرا جودل تو سر کی مسادہل گئی

تسم اُدھر گہر، ورقِ گل یہ جڑ گئی

گلزارِ رد گئی پر اُدھر اوس ٹیڑھ گئی

ماحے کے تو تصویرِ دعاں دور تک گیا کستی ملی تو خیرے دریا، بیک گیا
تبسم گری، دلِ بس و سر دیک گیا لودیں ڈریں تو اور بھی گلشنِ دیک گیا

اپنا گلا حرد سب تریم سے بیٹ گیا

نوار سے پچا تو رنگ گل سے کٹ گیا

دولت ملی تو اور بھی مادر ہو گئے صحت ہوئی نصیب تو بیمار ہو گئے
اترا حرام اور گراں مار ہو گئے آرا دیوں ہوئے کمر متار ہو گئے

یگملا حو آسماں تو رہیں سب ہو گئی

پوویوں پٹی کہ صبح تیں دماں ہو گئی

ماتم آزادی

اے مہنشیں! فسادِ ہندوستان نہ پوچھہ رودادِ جامِ کشتیِ بیرمعناں نہ پوچھہ

رہبڑ سے کیوں ملند ہوئی ہے فحاشِ پوچھہ کیوں یاسِ پر محط ہے ابرخزاں نہ پوچھہ

کیا کیا نہ گل کھلے روتی فیسِ عام سے

کانٹے ٹڑے زماں میں بھولوں کے (اے)

ٹٹا میں ہوئیں دوزخِ ٹھنڈی ہوا چلی گم ہو گئی شمیمِ جربا وِ مباحلی

انگریز نے وہ جال بہ حور و محاسن چلی برپا ہوئی برات کے گھر میں چلا چلی

حوں میں ہمارے آتے ہی بگیا

اترا جو طوقِ ادرکسی دم گھٹ کے رہ گیا

مفلس

معصے آنکھوں کے عینے تیلیاں پھونتی ہوئی اوجِ حودِ داری سے دل پر کلیاں گنتی ہوئی
 لاش کا دھبے پر حودِ اپنے جسدِ عظیم کی ملتی جبرے یہ لہریں سی امید و بیم کی
 عزت اعداد کے سریرِ دمام ٹھوکر میں رتنِ آوارِ یہ لعلوں کی بیہم ٹھوکر میں
 چہرہ اسردہ پر ٹھنڈا پسینہ سرم کا مست بھیں، بھیک کا بھے کے اندر ٹھیکر کا
 قمر کی درخواست کی انھی ہوئی تقریر میں کیکیسی اعصاب کی، بے عین دل کی لرز میں
 اک طرف ماحوت کی شدت، اک طرف غیرتِ کلوش نطق پر حرفِ تنہا، دل میں عینے کا حودش
 حسرتِ مڑ گاں کے ریرِ سایہ، ماداری کی رات حوہرِ اسایتِ حوڑے ہوئے آنکھوں میں ہات
 سانس دہشت سے رہیں کی آسماں روم کے ہوئے مصلیٰ مردانہ بھے کی عاں رو کے ہوئے
 لب کی حشکی، ارج یہ ردی، آنکھ ترمائی ہوئی جہنم دارو میں حودِ می کی آگ کلائی ہوئی
 نفس میں شیرازِ تیور، آردو، رور، مرج احتیاج و احتیاج و احتیاج و احتیاج



مہاجن اور مفلس

مہاجن

قد کی لمبائی سے اک حد تک کمرھوئی ہوئی سر پہ پٹیا، مردہ چہرے کی طرح بھوئی ہوئی
 دانت میلا، اینڈیاں پھیپہ، دھوقی واعر ناک میں مچھلیوں کے گوبنے، ہیٹ میں توہی کا دار
 سامے غلے کے بورس، رشت پر الماریاں لعبوں میں کروٹیں لیتی ہوئی زرد اریاں
 کہنیاں تکیے کے اندر ورس سے دھنستی ہوئی رشت صدری، دائرے پر توہ کے کھستی ہوئی
 حوسے لے کر ڈکاریں، دل کو ہلاتا ہوا دونوں تھنوں کو پھلٹاے، توند ہلاتا ہوا
 ہنس کے غوطے، آبِ سرد و گرم میں دیتا ہوا قریں کے طالب کے دل کا امتحاں لیتا ہوا
 عدد کرتے پلے، پئے تیروری جڑھاتا مار مار شدتِ حاجت کا اندازہ لگانا مار مار
 کشتی اہستی کو حوٹے سیم میں کھیلتا ہوا الٹی سائیس، فرہی کے مار سے لیتا ہوا
 روح کی تاریکی پر رر کی سرخیاں جھاتی ہوئی بے حقیقت خاکِ سوسا کے اترائی ہوئی
 کان کے لمبے نمودر در کادم کھرتے ہوئے سود کے مارے میں کچھ سرگوشیاں کرتے ہوئے
 سالمِ اغلاں کو زبردور کرتا ہوا ۱ بے رری کی تمام سے امید سحر کرتا ہوا

سوچتا تھا ہے کس آنکھوں سے دیکھا جائے گا لے رو سیوی کا سر، بچوں کا منہ اتر اہوا
 سیم و در، ماں و ننگ، آج عدا کچھ بھی نہیں گھر میں اک خاموش ماتم کے سوا کچھ بھی نہیں
 ”ایک دل، اور یہ محوم سوگواری ہائے ہائے یہ ستم لے سگدی سرمایہ داری ہائے ہائے
 تیری آنکھوں میں ہیں غلطاں وہ تقاضا کچھ شرار جس کے گنگے جھڑ جگینز کی مڑتی ہے دھار
 میکسول کے خوں میں ڈھلے ہوئے ہیں تیرے ہاتھ کیا جیہ ڈالے گی او کمحت اساری کائنات؟
 ظلم اور اتنا اکوفی حد بھی ہے اس طرماں کی بوٹیاں ہیں تیرے جبر طوں میں عربہ اسماں کی
 دیکھ کر تیرے ستم، اسے حامی امن و اماں ا گرگ رہ جاتے ہیں دانتوں میں راکڑ انگلیاں
 اِد جائے سیر و می دیں و ایماں، اور تو دیکھ ایسی کہیاں جس سے چمکتا ہے لہو
 ہاں سہل حال کز ہرے اہل دل کے آب ہیں کتنے طوفاں تیری کشتی کے لیے میناب ہیں



جس کے بارو کی ملابت پر زراکت کا مدار

جس کے کس مل پر اکڑنا ہے غور تہر بار

دھوپ کے چھلے ہوئے روح پر شقت کے لٹا

کھیت سے پھیرے ہوئے منہ گھر کی بجائے رواں

لو کر اسریر ابل میں پھاوڑا، تیوری یہ مل!

سامنے میلوں کی حوڑی، دوش پر مضبوط ہل!

کون ہل! ظلمت شکن قندیل بزم آب و گل

قصر گلستان کا درجہ، سینہ گیتی کا دل

خوشنما شہروں کا مانی، رازِ فطرت کا سراغ

خاندانِ تیغ جو ہر دار کا ششم و حیران

دھار پر جس کی چمن پر درتنگووں کا نظام

تمام ریرا میں کو صبح درختاں کا پیسا

ڈوبتا ہے خاک میں جو روح دوڑاتا ہوا

مصحفِ ذروں کی موسیقی کو جو کاتا ہوا

جس کے چھو جاتے ہی مثلِ نازیں مہر میں

کردوٹوں پر تگرہ دین لیتی ہے یلائے میں

پردہ الے خواہ ہو جلتے ہیں جس سے چاک چاک

مسکرا کر اپنی یاد کو ہٹا دیتی ہے خاک

جس کی تابش میں درختاں ہلالِ عید کی

خاک کے مایوس مطلع پر کرن امید کی

حسن کا نس خاشاک میں بتاتا ہے اک یادِ مہین

حسن کا لوہا ماں کر سوتا اگلی ہے زمین

ہل یہ دہقان کے چمکتی ہیں شمع کی سرخیاں

اور دہقان سر جھکائے گھر کی حاب ہے ڈاں

اُس سیاسی رتھ کے پہیوں پر جائے ہے نظر

جس میں آعاقی ہے تیر کی کھیتوں کو روند کر

اپنی دولت کو جگر پر تیر غم کھاتے ہوئے

دیکھتا ہے ملکِ دہس کی طرف جاتے ہوئے

قطع ہوتی ہی نہیں تاریکی حرام سے راہ

خاندانِ کس کپوں کے دھنسنے آسوں پر ہے نگاہ

بھر رہا ہے خوشچکان اکھوں کے سیجے مار مار

گھر کی امید دیوی کا شباب سو گوار

سوچتا ہوتا ہے کس آنکھوں سے دیکھا جائے گا لے رو امیوی کا سر، کجیوں کا سر اتر اہوا
سیم و در، ماں و ننگ، آئے غذا کی کھ بھی نہیں گھر میں اک خاموش ماتم کے سوا کچھ بھی نہیں
”ایک دل، اور یہ ہم سو گزاری ہائے ہائے یہ ستم لے سگدل سرمایہ داری ہائے ہائے
تیری آنکھوں میں ہیں غلطان وہ تقاضا کج شرار حس کے کجے جہیز گیر کی مڑتی ہے دھار
سیکسوں کے حوں میں ڈولے ہوئے ہیں تیرے ہاتھ کیا جیا ڈالے گی اد کمخت اساری کالسات ۹
ظلم اور اتنا اکوئی حد بھی ہے اس طوفاں کی بوٹیاں ہیں تیرے حسروں میں عریساں کی
دیکھ کر تیرے ستم، اے عالمی اس داماں ! گرگ رہ جاتے ہیں دانتوں میں داکڑ انگلیاں
اد عالمی بیرونی دیں دایماں، اور تو دیکھ اپنی کہمیاں حس سے چپکست ہے ہوا
ہاں مصلح عااب کہ نہرے اہل دل کے آب ہیں کتے طوفاں تیری کستی کے لیے میناب ہیں



جس کے باند کی صلابت پر نزاکت کا مدار حس کے کس بن پر اگر تاپا ہے غور تھریار
 دھوپ کے چھلے ہوئے روح پرستقت کے نشا کھیت سے پھیرے ہوئے منہ گھر کی چٹاپے رواں
 لڑکاسر پر اجل میں بچا ڈرا، تیوری یہ مل! سامنے سیلوں کی جوڑی، دوش پر مضبوط ہل!
 کون ہل باطلت شکن قدیل بزم آب و گل قصر گلست کا در کچھ، سینہ گیتی کا دل
 خوشما تھروں کا مانی، رازِ فطرت کا سراغ خاندانِ تنج جو ہر دار کا چشم و چراغ
 دھار پر جس کی چس پر درخگوں کا نظام تمام زیرِ ارض کو صبح و رستاں کا پیما
 ڈوستا ہے خاک میں جو روح دوڑانا ہوا معمّل دروں کی موسیقی کو جو کاتا ہوا
 جس کے جیو جاتے ہی تلِ نار میں ہتھیں کر دوڑوں پر گر وٹیں لیتی ہے لیلائے زمیں
 پردہ الے خواب ہو جاتے ہیں جس سے پاک پاک مسکرا کر اپنی چادر کو ہٹا دیتی ہے خاک
 جس کی تابتن میں درختانی ہلالِ عید کی خاک کے ایوس مطلع پر کرں امید کی
 جس کا نس عاشاک میں بتا ہے اک یادِ مہیں حس کا لوہا مان کر سونا اگلتی ہے زمیں
 ہل پہ دھتقاں کے چمکتی ہیں شمع کی سرخیاں اور دھتقاں سر محکائے گھر کی عاف ہے رواں
 اُس سیاسی رتھ کے پہیوں پر عائلے سے نظر جس میں آماقی ہے تیری کھیتوں کو روند کر
 اپنی دولت کو جگر پر تیر خم کھاتے ہوئے دیکھتا ہے ملک دشمن کی طعن جاتے ہوئے
 قطع ہوتی ہی نہیں تاریکی حرام سے راہ قاد کش بچوں کے دھمکے آسوں پر ہے شاہ
 پھر رہا ہے خود بچاں آنکھوں کے نیچے بار بار گھر کی امید دیوی کا حساب سو گوار

وارث اسرارِ فطرت، فاتحِ امید و بیم محرمِ آثارِ باراں، واقفِ طبعِ سلیم
 صبحِ کافرِ زندہ، حورِ سیدِ زراعتاں کا علم محنتِ پیہم کا "بیجاں" سحتِ کوشی کی "قسم"
 حلوۂ قدرت کا شاہد، حسنِ فطرت کا گواہ ماہِ کا دل، مہرِ عالمِ تاب کا نورِ گاہ
 قلبِ پر جس کے نمایاں نور و ظلمت کا نظام مسکتِ جس کی فراست پر مزاجِ صبح و شام
 خون ہے جس کی حوائی کا ہمارا روزگار جس کے اشکوں پر فراغت کے تبسم کا مدار
 جس کی محنت کا عرق تیار کرتا ہے شراب اڑ کے جس کا رنگ س جاتا ہے عاں پر و گلاب
 کلبِ آہس جس کے نقشِ یاسے ہوتا ہے رقیق تسلسلِ حوں جو نکون کا ہمدَم تیر کر نو کا رفیق
 حوں جس کا کلیوں کی انہیں میں ماریاں جس کے سر پر جگمگاتی ہے کلاہِ آفتاب
 لہر کھاتا ہے رگ ماناں میں جس کا لہو جس کے دل کی آنکھیں جاتی ہیں رگِ نعلو
 دوڑتی ہے رات کو جس کی نظرِ فلاکِ یر دن کو جس کی انہیں جاتی ہیں رگِ نعلو
 جس کی حاکمِ اہی سے چمکاتی ہے امیتِ نعلو جس کے دم سے لانا و گل س کے اتراتی ہے حاک
 سائرِ دولت کو عطا کرتی ہے نعلی جس کی آہ مانگتا ہے صیگہ نامانی کی جس سے رنئے شاہ
 حوں جس کا دوڑنا ہے محسِ استقلال میں لوحِ کھردیٹا ہے خوشہ زادیوں کی حایل میں
 جس کے ماتھے کے پیسے سے پئے عز و وقار کرتی ہے درِ یوسفِ تابشِ کلاہِ تابدار
 سرگرموں رہتی ہیں جس سے قوتیں تحریب کی جس کے سوتے پر چمکتی ہے کمرِ تہلمِ یب کی
 جس کی محنت سے صیگہ ہے تر آسانی کا ماغ جس کی ظلمت کی تعمیل پر تمدن کا چراغ

کسان

جھٹیٹے کا نرم روحوں یا تسق کا اضطراب
 کھیتیاں، میدان، خاموشی، غروب آفتاب
 دشت کھکا ہوا، دھن کی تلخی سے فراغ
 دور، دوریا کے کٹائے، دھندلے دھیرے سے چراغ
 ریرب ارم و سما میں باہمی گت و سود
 متعلل گردوں کے کچھ جاننے سے ایک ہلکا سا دود
 دعتیں میدان کی سورج کے چھپ جانے سے تنگ
 بنزؤ افسردہ درجہ آفریں ہلکا سا رنگ
 خاموشی اور خاموشی میں مسابہٹ کی صدا
 تمام کی حسی سے گویا دلوں کی گرمی کا گلا
 اپنے دامن کو ہر اہر قطع سا کرتا ہوا
 تیرگی میں کھیتوں کے درمیاں کا فاصلہ
 خار و خس پر ایک درد انگیز افسانے کی تہاں
 بام گردوں پر کسی کے دھڑکے جانے کی شان
 دود کی خوبصورت شہیم کی بھی سے اک سود
 چرخہ بادل، زمین پر تیلیاں، سر پر طیور
 پارہ پارہ ابر، سرخی، سرخیوں میں کچھ دھواں
 بھولی بھولی سی زمیں، کھویا ہوا سا آسمان
 پتیاں نمود، کلیاں اٹھکھٹکیاں ہوئی
 ہم جاں یودوں کو گویا نیند سی آتی ہوئی
 ار ققاکا پیشوا، تہذیب کا ہر مردگار
 یہ سماں اور اک قوی الساں اجینی کا شکار
 مہر آئیں قدرت، ناظم مہم ہماں
 طفلِ ماراں تا حد ارجح، امیر رستاں
 نار پرورد ہلہاتی کھیتوں کا مادشاہ
 رہا، پاساں رنگ دلوں گشت پناہ

آج کشتی اس کے امواج پر کھیلتے ہوئے تم
 اہل قوت دہا حق میں تو کبھی آتے نہیں
 لیکن آج اخلاق کی تفتیش فرماتے ہوئے تم
 اہل حق روشن نظر ہیں، اہل باطل کو رہیں
 آج شاید سرل قوت میں تم رہتے نہیں
 کیا کہا انصاف ہے اسان کا مرض اولیں
 دیر سے بیٹھے ہو کھل رہی کی چھاؤں میں
 گوج ٹاپوں کی ذابادی نہ درلانے میں ہے
 آج کل تو ہر نظر میں رحم کا انداز ہے
 ساس کیا اکٹری کہ حق کے نام پر کھینے لگے
 ظلم کھوئے راگی انصاف کی گانے لگے
 مجرموں کے واسطے ذریعہ ہیں یہ تورو تیں
 خیر لے سودا گروا ہے تو اس بات میں
 اک کہانی وقت لکھے گانے مضمون کی
 وقت کا فرماں اپنا راج مل سکتا نہیں
 سخت حیراں ہوں کہ اب کیوں درس حق دیتے ہوئے تم
 ”میکسی“ اخلاق کو خطرے میں بھی لاتے نہیں
 ہونہ ہوا نے میں اب قوت نہیں پاتے ہوئے تم
 یہ تو ہیں اقوال ان قوموں کے حاکم و رہیں
 حس کی لالچی اس کی کھینیں اس کے لیے کہتے ہنس
 کیا فساد و ظلم کا اس تم میں کس ماتی ہیں
 کیا خدا ناکر وہ کچھ مروج آگئی ہے یادوں میں
 خیر تو ہے اسب تاری کیا استعا جالے میں ہے
 کچھ طبیعت کیا نصیب دشمنان نامادہ ہے ؟
 نوع انسان کی ہوا خواہی کا دم کھلے لگے
 لگ گئی ہے آگ کیا گھر میں کہ جلا لے لگے ؟
 کل یزید و عمر تھے اور آج سنئے ہو حسینؑ
 وقت کے مراں کے آگے جھکا دو گر دیں
 جس کی سرری کو ضرورت ہے تمہارے خون کی
 موت مل سکتی ہے اب فرماں مل سکتا نہیں

اپنے ظلم نے نہایت کاما۔ یاد ہے ، کیسی کا پھر وہ دورِ مجرمانہ یاد ہے ؟
 ٹوٹتے پھرتے تھے جب تم کارواں درکارواں سر رہ پھیر رہی تھی دولت ہندوستان
 دست کاروں کے انگوٹھے کاٹتے پھرتے تھے تم مرد لاتوں سے ٹٹھوں کو پاتے پھرتے تھے تم
 مصعب ہندوستان پر موت تھی چھائی ہوئی موت بھی کیسی تمہارے ہاتھ کی لائی ہوئی
 الشرائع کس قدر انصاف کے طالب ہو آج میرے عمر کی قسم کیا دشمن حق تھا سراج ،
 کیا اودھ کی میگوں کا بھی ستا نا یاد ہے ؟ یاد ہے تمہاری کی رانی کا زمانہ یاد ہے ؟
 ہجرتِ سواہ دہلی کو سواں بھی یاد ہے ؟ تیرا دل میو کی خونیں داستان بھی یاد ہے ؟
 تیسرے قافے میں آگ گرتے ہوئے کو تھانے کس کے تم لالے تھے سر شاہِ نظر کے سامنے ؟
 یاد تو ہوگی وہ میاں برج کی بھی داستان ، اس بھی جس کی خاک اٹھتا ہے ورور کو صلا
 تم نے قیصرِ بلغ کو دیکھا تو ہوگا مارا آج بھی آتی ہے جس سے اے اختر کی صدا
 سچ کہو کیا حافظے میں ہے وہ غم بے بسا آج تک رنگوں میں اک قبر ہے جس کی گواہ
 دس میں ہو گیا یہ تارہ ہمدردِ کربلا بھی یاد تو ہوگا تمہیں علیاں والا باغ بھی
 نہ پتا اس سے تمہارا نام کیوں یاد ہے ؟ ڈاکٹر گرگ دیں آلودہا بھی زندہ ہے
 شمعِ شمعو جس کے غم میں جل جبر ہے اس کے ریت میں جوڑا تھا پھندا یاد ہے
 شمعو کس بنواری ہے ؟ ہرچہ لوہے قیصر وں کے دردِ زار سے
 شمعو سرکار کو آج بھی رنگ میں ہے نہیں کوئی کی صدا

شعلے کی مانند یوں لیتی ہوں پھر اگڑائیاں سیدہ ارم و سما سے لٹے لگتا ہے دھواں
 الاماں امیراحسن پر درترو، الاماں ! آسنادوں میں تھے دو حرف میں یہ داستان
 حب ازل میں سجدہ آدم کا اٹھا تھا سوال ہاں اسی طبل کے موقع پر کہ تھا وقتِ جلال
 خود عدائے رترو تھارے افلاک پر کی تھی میں نے گفتگو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
 رعبدِ سلطانی سے یہ چہرہ اتر سکتا نہیں خود عدائی سے لڑے، شاہی سے ڈر سکتا نہیں



البیٹ انڈیا کی پنی کے فرزندوں سے

کس رماں سے کہہ رہے ہو آج تم سودا گرد، دہریہ انسانیت کے نام کو ادھیلا کر دو
 جس کو سب کہتے ہیں ہٹلر کھڑا ہے بھیڑیا کھڑیے کو مار دو گولی سیے امن و بقا
 باغِ اسانی میں جیسے ہی پہاڑ ہے باوجودِ حراں آدمیت نے رہی ہے جھکیوں پر جھکیاں
 ہاتھ ہے ہٹلر کا ترش خود سری کی مالگیر تیج کا پانی چھڑک دو حرمی کی آگ پر
 سخت جیلوں ہوں کہ عمل میں تھا مکی اور یہ ذکر نوعِ انسانی کے مستقبل کی اس کرتے ہو فکر
 جہاں یہاں آئے تھے تم سوداگری کے واسطے نوعِ انسانی کے مستقبل سے کیا واقف رہتے ؟
 ہندوؤں کے جسم میں کیا روحِ آزادی رہتی ؟ بچے مٹاؤ کیا وہ انسانوں کی آبادی رہتی ؟

راہ سے اپنی مشیت کو بٹا سکتا ہے کون؟ عز حلق جہاں کا سرحد کا سکتا ہے کون؟
 گونجنے لگتی ہیں جسمیری صدائیں مثل صور سرائیا کر مسکراتا ہے حکومت کا غرور
 معصک اور قطرہ شبنم کا انگاروں کے ساتھ ہیکڑی اور ناز سے پیش آنے تلواروں کے ساتھ
 عقل کا دست سبک خست حنوں کی باگ پر قہقہہ حسن کا کاکتی بجلیوں کی آگ پر
 ایک مٹی کے دیے کا طہر اور کسے کا طاق رسم و نازک آہنگینہ اور پتھر سے مذاق
 اس تمسخر سے مرے سینے میں لگ جاتی ہے آگ قلعہ شاہی کی حاس موڑ دیتی ہوں میں باگ
 پھر تو ماما ہے مدھر میرا جنوں تدخو پست پر ہوتی ہیں لاشیں، ہڈیاں، ڈھلکے اہو
 میرے گرد و پیش کی ہنگامہ گیری الاماں شور، عو، غلغلہ، دریا، وادیا، فعاں
 انٹرائٹر میرے دہشت ناک خونی دلوں لے آمد حیاں طوفان، تلاطم، سیل، ہر سردار لے
 استری و حشت، آزر لرل، ملطن، دہشت، فساد دہلے، گرمی، کشاکش، دھندلے ٹپل، جہاد
 کنگرے ایواں شاہی کے حصار دیتی ہوں میں حمیرا و استبداد کی چولیں ہلا دیتی ہوں میں
 دندنائی گبدریں میں گھسن جاتی ہوں میں چاٹ کر سونے کا پانی آگ برساتی ہوں میں
 میرے طوق بے گھر کے سامنے لے اختیار کا پتہ ہے طرہ طرف کلا و ست ہریار
 بامدہ کریمیاں گدرا کی خستہ سرائی کے ساتھ کھیلے لگتی ہوں ہولی حوں سلطان کے ساتھ
 کس سے رکنتی ہوں حسب اپنی ات یکتی ہوں میں سلطنت کے سرکار و انکب جامانی ہوں میں
 ہزیر دستوں کو دلا کر خون حاکم سے خراج قیدیوں کے سر پر رکھ دیتی ہوں آراؤ کی کلاخ

سچ کہتم رنگِ محکومی سے ستراتے نہیں ؟ کیا تم اپنی عورتوں کے سامنے مارتے نہیں ؟
 کب کالو گے تمسائیں دلِ بر باد کی ؟ کیا ہوئیں تمہیں تمہارے مامور اجداد کی ؟
 اے جواں مردو! غدار! مادہ لو سے کھس ہاں زمین کو زیر کر کے آسمانوں پر چڑھو
 سر بر نہ پھر رہی ہے عزتِ قوم و وطن ہاں بڑھوئے صفِ تنگ سپردِ اڑھو جلدی ٹھو
 یاؤں میں تاجِ مذکورِ علامی کی حراشش صرٹ اک جہتس! اسی ہوتی ہیں کیاں یا تریش
 میری آواروں سے کایا اٹھتا ہے دھوکا سکوں حذبِ عبرت کی آنکھوں میں اتر آتا ہے حوں
 شور اٹھتا ہے محض اک دم ہے دار و رس یا تو اب ہم تاج ہی پہنیں گے یا حوں کھس
 کپکپاتی ہے رہیں، اٹھتا ہے ہلکا سا عمار دوڑنے لگتے ہیں مرکب، بڑھتے لگتے ہیں سوار
 طل کی دوں دوں حل اٹھتے ہیں کھوں میں حیا ع صمھاتے ہیں محافل سساتے ہیں دماغ
 کھلے لگتا ہے مگر جس وقت یرحم جنگ کا پہلے ٹرھ کر میں حکومت کو یہ دیتی ہوں صدا
 اے حعار و رمارت! ادیکہ ناداروں سے کھاگ کھاگ دیواؤں کی حوں آتاں تلواروں سے کھاگ
 موت کا یعام ہے پھیرے ہوئے شیریں کا وار مدی! اک در وہاں آما دیوں سے ہرست یار
 حلق ہے میتاب تیرا مہ جھلسے کے لیے تیرے سوئے پر ہے اس لوہار سے کے لیے
 تیرا طبع مفلوسوں کی کھوک کھا جائے کو ہے تیرے ر کی سرخیوں میں آگ لگ جائے کو ہے
 حریت کی تدلیروں میں ٹہر سکتا ہے کوں، حد و حلق حد کو فتح کر سکتا ہے کوں،
 اس بھی آنکھیں کھولے جسے خودی دیویرا ^{نہا} حد و حلق حد ہے اصل میں عرم حد و

دیکھے سے جس کے تھک کا بھی دل ہو جائے شوق
 جگمگ وہ اتنے ہوئے جیسے بڑھتے ہیں سس
 اول اول جاں دیے کا سبق لیتی ہوں میں
 آخر آخر جاں لینے کا سبق لیتی ہوں میں
 کچھ دنوں تو مریحیت سے میں رہتی ہوں موت
 آخر آجانا ہے میری روح سرائی کو خوش
 پھر تو میں جگمگاتی ہوں خوفناک انداز میں
 موت کی آواز ہوتی ہے مری آواز میں !
 رقی کے سایے میں وصل عاتیٰ ہی گھٹا رہی مری
 میاں سے باہر اٹھتی ہیں تلواریں مری
 موت س کر مدگی کے سر پہ چھا جاتی ہوں میں
 سس پہلے بڑھ کے عداؤں کو کھاماتی ہوں میں
 سورت سے حریف مستقل رکھتے ہیں
 سلطنت کی سمت پھر بڑھتی ہوں بکھاتی ہوئی
 اری رز کی گرد میں صحن زمین اٹے ہوئے
 اندھتی ہوں تہریروں کے سر پہ یہ کہہ کر کس
 تم دما رہی، جگمگ، لشکر تنکس، میر سپاہ
 تم ہو سر لشکر، سیاہی رقی، بیا، صحت کو تن
 ایڑیاں تم اور رز و آب و نال کے واسطے
 اے تو اس مرد دایہ دل کس لیے بہتے ہو تم ؟
 مادہ سیرت س کے تو بہتے ہیں دنیا میں ز
 محبت دل انسان کھٹکے اور حریف دل سیہ
 نف ہے اس جیسے مر مر کے جیسے تو کیا جیسے
 مرد ہو کر ٹھوکر دوں کی رو یہ کیوں بہتے ہو تم ؟
 ٹھوکر دوں کے واسطے ہوتا ہیں مردوں کا سر
 نف ہے اس جیسے مر مر کے جیسے تو کیا جیسے

موت ہے حوراک میری موت پر حقیقی ہوں میں
 پیاس ے اہر کل ریتی ہے جب میری زماں
 حسی کی صورت ے گو ہنگامہ کرتی ہوں ترقی
 میرا مولد مفلسی کا دل ہے عسرت کا دماغ
 گود میں ناداریوں کی پردہ نشانی ہوں میں
 بھوک سے ہر چہ کیا کیا سگریاں ہوتی ہوں میں
 گرم مالے مرادھیرے سے حکاتے ہیں مجھے
 مجکو کین کے رمالے ہی سے صبح و مسا
 حس کو حاصل زندگی کا کچھ مرا ہوتا نہیں
 حس کی حتم تر میں یوں کھاتے ہیں رمالے بیچ دتا
 حتم ہوتا ہے جب اہل ہماں کا علحد
 کھل کے پوری ساس لیے سے کھاتی ہوں میں
 ہر قدم پر سکوت آداریں ساتے ہیں مجھے
 ایک دنیا ہے رالی ہے مرے مکتب کی تاں
 سہ اتھو طاس ہو سکتی ہیں میری کتاب
 ان اور دیوار میرے مدرسے کے الاماں

میر ہر گوشت کھاتی ہوں اہویتی ہوں میں
 پہے گنتی ہیں سرسیداں لہو کی ندیاں
 اس کی صبحیں مجھے شجر سے ہوتی ہیں طلوع
 میری میداؤں کے شجرے ہیں ہیں جلتا چراغ
 بے زری کے باروں پر زلف بھراتی ہوں میں
 بھوک ہی کا درد دہنی کی کھواں ہوتی ہوں میں
 اشک غم ہر صبح آئینہ دکھاتے ہیں مجھے
 بیٹ کی ماری ہوئی مخلوق دیتی ہے غذا
 کچھ کمی حس کے یاس مامی کے سوا ہوتا نہیں
 دھاریہ تلوار کی جیسے شعاع آفتاب
 رات کے آغوش میں کھلتا ہے میرا درہ
 دریں لیے کے لیے نیخوں کے مل ماتی ہوں میں
 سرور دیواروں کے سائے تک ڈراتے ہیں مجھے
 مدد ہوا قی ہیں آنکھیں اور کھلے ہتھے ہیں کان
 حوں کی چادر پہ چھپتا ہے مرا حونی عصاب
 درس دیتی ہیں جہاں سہمی ہوئی سرگرتیاں

بَعَاوَتْ

ہاں بعاوت، آگ، بجلی، موت، آمدی میرا ماں
 میرے گرد و پیش اجل، میری جلو میں قتل عام
 رد و ہرجا نا ہے میرے سامے روئے حیات
 کا پٹھنٹی ہے مری میں جس سے کائنات
 جنگ کے میدان میں میری سیف کی لٹری ہو
 خاک س حاقی ہے کھلی، ارب دے اٹھتی ہے تو
 دکھ ہوتا ہے مرا یہ بول بیکاروں کے ساتھ
 دہس میں آتی ہوں تلواروں کی جھلکوں کے ساتھ
 اللہ ان شرک دہیں میرے دل آزاد کی
 حس سے گر جاتی ہیں ڈائیں قصر استبداد کی
 میری سترائی تریا کا جھکا دیتی ہے سر
 میری اک حبس سے ہوتا ہے جہاں دیر و در
 مانگتا رہتا ہے میری آگ سے دور جہاں
 ایک جیگاری مری جنت کو کرتی ہے تہا
 صاف پڑ جاتا ہے ایوان حکومت میں شگاف
 اللہ ان شرک دہیں میری کڑک کا زور ہنگام معاف
 ٹکڑے ٹکڑے دست و بار، ریزہ ریزہ استخوان
 اللہ ان شرک دہیں میری گل ماریاں
 حوں، ہسٹائی، گر جھلکوں، رادی، قتال
 اللہ ان شرک دہیں میری کڑک، میرا جلال
 سیر قیں، پرچم، علم، گھوڑے، بیانیہ تہہ سوار
 رچھیاں، اٹھائے، لکائیں، تیر، تلواریں، کشاد
 رحم کا احساس ہے میری تسریت میں حرام
 آمد صبروں سے میری اڑ جاتا ہے دیا کا نظام

شکستِ زنداں کا خواب

کیا ہندکارِ مداں کا نیب رہا ہے گوج رہی ہیں تنگیوں
 اکٹائے ہیں شاید کچھ قدمی اور توڑ رہے ہیں رنجیروں
 دیواروں کے نیچے آکر یوں جمع ہوئے ہیں زندانی
 سینوں میں تلاطم بجلی کا آنکھوں میں جھلکتی شمشیریں
 کھوکھوں کی نظر میں کلی ہے، قویوں کے دانے ٹھڈے ہیں
 تقدیر کے لب کو جس بس ہے، دم توڑ رہی ہیں تدمرس
 آنکھوں میں گدا کی سرچی ہے، لے نور ہے چہرہ سلطان کا
 تحریک بے یرجم کھولا ہے، سجدے میں پڑی ہیں تعمیریں
 کیا اں کو حسرتی، ریرور رہتے تھے حور و جلت کو
 اٹلیں گے ریں سے مار سہ، برس گئی فلک سے تمیزیں
 کیا اں کو جبر تھی، سیوں سے حوروں جرایا کرتے تھے
 اک رور اسی بے رنگی سے جھلکیں گی ہزاروں تصویریں
 کیا اں کو جبر تھی، ہوٹوں پر حوصلہ لگایا کرتے تھے
 اک رور اسی خاموشی سے تنکیں گی دہکتی تقریریں
 سبھلو کہ وہ زنداں گوج اٹھا، جیٹو کہ وہ میدی جیٹو گئے
 اٹھو کہ وہ مٹی دیواریں، دوڑو کہ وہ ڈٹیں رنجیروں

ارتقاءِ انسانیت اور ذریعہٴ انسانِ زندہ یاد
 دیکھ بیدار ہو رہی ہے، اک حدیدِ اسامیت
 ایک صالح زندگی ہے معرضِ تولید میں
 یہ تو تائید ہے اس پردہٴ تردید میں

آ رہا ہے تازہ وارث، عالمِ ایکاد کا

حلد تر اعلانِ کرد و اک نئے میلاد کا

— :: —

سلسلِ انسانی کفری تھی مستند و آتش بجاں اک عموری موڑ پر، دو عالموں کے درمیاں
کہہ عالم میں حیات آمیز زرقص و رم - تھا جلد پیدا ہو، سئے عالم میں اتنا دم نہ تھا

(۲)

آج لیکس عصر حاضر کا سماں کچھ اور ہے اب زمیں کچھ اور ہے، اب آسماں کچھ اور ہے
ہاں وہی عالم کہ تھا مدت سے حس کا استیاق آج پیدا ہو رہا ہے ماہر اراں طمطراق
جس کو یہ ڈر ہے کہ یہ مولود ہو گا ماسعید ان کے ادج وہیں یہ ہے یر تو دم شدید
اور جو کہتے ہیں جہاں زیر و زبر لئے کو ہے کہد و حبیب ہو جائیں اک حس و گر لئے کو ہے
آج جو جیایا ہوا ہے مدگی پر یہ دھواں اس دھویں میں رشتاں ہیں سیکڑوں گلیاں
اس شب عاد میں صبح سیل احساسات ہے اسکی مامارات ہے لکس یہ کھیلی رات ہے
تسکے اس صحنے لے اتی سے باہر اراں آگیا اس دآسائش کا طالع ہو رہا ہے آفتاب
تیر تلواروں سے ہو کیوں عصرِ زمیں جسیں یہ تو اس موسم کے کھیل ہیں، تیر تلواریں ہیں
ان بھلون کر آدمی حکمہ کہ امر ہو جائے گا آفتاب حسب انساں ملوہ گر ہو جائے گا
ہائے گی، تنمے رتر آدمیت کی جلا دی جائے گی
یہ کا طعنا " مسئلہ ہے مادہ لیسل و بہار
آسماں ان دمع محل کی آہ فداں
را اک حرف گستاخ ہے

نبیامیلاد

(۱)

اس سے تقریباً پچھتر سال پہلے ہمیشہ
 دہر کا لڑکا تہمدوں مل چکا تھا خاک میں
 خاک رکھی ہوئی تھی کہنہ قدروں کی جس
 خستہ جاں تہذیب اتاری حاکمی تھی فریں
 یست پر ٹوٹی ٹیری تھیں کچھیرانی سیریاں
 دیں کے دھاکے کے اندر کلیوں کی درہ تھی
 ہو چکا تھا یروج دہل حرب آئیں قدیم
 بے ضیاء میمبری تھی، کا فری تاریک و تاریک
 جس جی کا تھا اہم امروز ایک برق اس سوز
 کہنگی بے روح تھی اور حدیں بے رنگ مار
 وہ ترار تولتی تھی حو حقائق کو کمی
 عالم مامی بطوں گور کی یستی میں سما
 مبتلا تھی سخت تست و تنہد ہیں زمین
 اور جواں دستور گم تھا مجلس اور اک ہیں
 اور نئی قدریں تھی قصور ہوں میں خلوت نشیں
 اور نئی تہذیب مضمر تھی محاسبہ میں
 اور آگے کوئی رہبر تھا، ذکوئی مدباں
 اور بے دینی میں تفات و نمایاں نمونہ تھی
 اور جدید اخلاق تھا زیر حجابات عظیم
 کس غصہ کی کشمکش تھی، کس لا کا انتشار
 اور تھا دستور فردا کار حالے میں ہور
 وہ ادھر مجبور تھی، اور یہ ادھر بے اختیار
 وقت کے گھس سے ٹیری تھی حاکم ٹوٹی ہوئی
 عالم آئندہ ہٹ

سلسلِ انسانی کفری تھی مستند آتشِ بجاں اک عسوری موڑیر، دو عالموں کے درماں
کہہ عالم میں حیاتِ آسیرِ قفسِ درم - تھا حلد پیدا ہو، سُنے عالم میں اتنا دم - تھا

(۲)

آج لیکسِ عصرِ حاضر کا سماں کچھ اور ہے اب زمیں کچھ اور ہے، اب آسماں کچھ اور ہے
ہاں وہی عالم کہ تھا مدت سے حس کا استیاق آج پیدا ہو رہا ہے ماہرِ اراں طمطراق
جس کو یہ ڈر ہے کہ یہ مولود ہو گا ماسعید اس کے ادج ذہن پر ہے یہ تو دمِ شدید
اور جو کہتے ہیں جہاں زیرِ وز رننے کو ہے کہند، جیب ہو جائیں اک جسِ دگر نئے کو ہے
آج جو جیایا ہوا ہے زندگی پر یہ دھواں اس دھوئیں میں روتاں ہیں سیکڑوں گیمیاں
اس شبِ حامد میں صبحِ سیلِ احساسات ہے اب بھی ماہرات ہے لکس یہ کھیلی رات ہے
تسکے اس دھنلے افق سے ماہرِ اراں آبِ نیا اس دآسائش کا طالع ہو رہا ہے آفتاب
تیر تلوڑوں سے ہو کیوں عصرِ زمیں پر حسین یہ تو اس موسم کے خیل ہیں، تیر تلواریں نہیں
ان بیلوں کو آدمی چلے کر امر ہو جائے گا آفتابِ حسدِ اسماں علوہ گر ہو جائے گا
اک انوکھی صو سے دیا علم گادی جائے گی تنوعِ رتیر آدمیت کی جلا دی جائے گی
کہہ رہا ہے صاف لفظوں میں زمین کا مہفتا درِ درہ میں مبتلا ہے مادرِ لبیلِ دہار
ہل رہا ہے یہ حقویوں کی گرج سے آسماں یہ تو ہے درِ اہلِ وضعِ محل کی آہِ فعان
جس کو ہو اسقاط کا اندیشہ وہ دیوار ہے یہ حضورِ ارتقا، اک حرفِ گستاخ ہے

انگارے



سیا میلاد
تجربہ رندان
نعاوس
ایٹا لڈیا کیسی
کٹان
بہا اور
ماتم آراوی
دا کرتے سطا

۲۴ ۱۷۷۷

جوتی کے حدید میں تہ کے آغار میں ہیں ایک اسہانی ام
 اور تاجی دولا د کیا ہے۔ طاہر ہے کہ میں راہ تیر اور میرا سس
 کے اُرد و میں تہ کو اس نام عن روح مکہ سہیاد کا ہا جہاں سے مرید
 ترقی کے امکانات کم تھے خوشی کے مئی راہ نکالی اور اُرد و سرتیہ کو
 عصری حیثیت اور ارتقا صوں سے ہم آہنگ کرنے کے اُس کی فادت
 اور اہمیت کو بیسیویں اور اکیسویں صدی کے لیے بھی لا روال مادیات۔
 اس طرح سے خوشی کے اُرد و میں تہ کی تالیف کو کوئی وسعتوں سے
 ہم کما کر دیا ہے۔ اُن کے مرتبے بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔
 اس طرح یہ امتحان کلام خوشی کے محفل رنگ آمیگ کا ماسد
 بن گیا ہے۔ خود ہی بطور بھی امتحان میں شامل کر دی گئی
 ہیں حواث تک کسی بھی امتحان میں نہیں تھیں۔
 یقین ہے کہ مہرانہ امتحان طلبا اساتذہ اور تالیفات
 کے لیے معد اور کارآمد ہوگا۔

میں سراد کر مریم گو وال بقل کا سکر یہ ادا کرنا اور میں ہوتا
 ہوں کہ آہوں کے امن امتحان کی صورت اور مادیت کو محسوس کیا اور
 دیو رطیح کے آرا ماسد کرنے کے سطر عام پر آئے۔ ان کا بلسنگ فانی
 کلمات اور طاعت کا اغلا اور رابع بعبار پیش کرنا ہوا ہے۔ تہ
 اتعل بھی اُن کے دوقی بکاسک کا آئندہ دار ہوگا۔

مقط

دڈا لکڑا فصل نام

 انگارے



بیاملا
 شکستہ رملوں کو تواس
 لقاؤں سے
 ایسا لڑیا کیسی کے مڑدیں سے
 کسان
 ہاں اور مجلس
 ماتم آرا دی
 داک سے مٹا

جوتن کے حدِ مدِ تیکہ کے آثار میں بھی ایک اسہانی اہم
 اور تاریخی ولاد کیا ہے۔ طاہر ہے کہ میں رادہ اور میرا سن
 کے اُردو و تیکہ کو اس نامِ عروج تک پہنچا داتا تھا جہاں سے سرین
 ترقی کے امکانات کم تھے خوش کے مئی راہ نکالی اور اُردو و تیکہ کو
 عصری جست اور ارتقا صوں سے ہم آہنگ کرنے کے اس کو مات
 اور اہمیت کو بیسویں اور اکیسویں صدی کے لیے بھی لاوال سادیا۔
 اس طرح سے خوش کے اُردو و تیکہ کی تاریخ کو کرنا و سقون سے
 ہم کنار کرنے دیا ہے۔ ان کے ساتھ ہی شامل کرنے دے گئے ہیں
 اس طرح یہ انتخاب کلام خوش کے مختلف رنگ آمیگ کا نام نہ
 نہ کیا ہے۔ خود ہی بطور بھی اس انتخاب میں شامل کر دی گئی
 ہیں حواث تک کسی بھی انتخاب میں نہیں تھیں۔

یقین ہے کہ میرا یہ انتخاب طلباء اساتذہ اور ناقدین اب
 کے لیے مسد اور کاآمد ہوگا۔

میں سزا دے کر میرے گویاں بیل کا سکر یہ ادا کرنے میں بھی تھا
 ہوں کہ انہوں نے اس انتخاب کی ضرورت اور بادیت کو محسوس کیا اور
 دوسرے طرح کے آراء سے کہ مطرِ عام پر آئے ان کا بے شکاؤں
 کلمات اور طاعت کا اعلا اور راج معاری میں کرنا رہا کہ نہ
 اتعلیٰ ہی ان کے دوقی لعماس کا آئندہ دار ہوگا۔

فقط

ددا کثر اخصیل امام

پُرکیت اور سیرا تر سادتا ہے وہ سطرطابوی حار و مستند ارد کے علاو
مباحی نظام کے خلاف، جاگیر دارانہ نظام کے خلاف آگ برست
ہوئے سطر آئے ہیں حوت کے عہد اور ماحول پر اگر سطر
ذالی حاکم تویہ مات و امح ہو جاتی ہے کہ اس دور میں ہر طرح
کا استحصال روا کر دیا گیا تھا حار و سیرت کے کارے مالک ہیں
یکلا دئے ہوئے تھے حوت کی انقلابی معاشرہ کی روج بھی ماحول
اور سیرا دئے جسے سطر انداز کر کے حوت کی لہہم دسوار
ہو چکے تھے۔

دراصل حوت کی انقلابی معاشرہ کا یہ سب سے نمایاں
کارنامہ ہے کہ اس کے مسک پہلے کسان اور اس کے قل
کو موصوع شاعری مایا اس کے مکمل کسی محی ساعر کے عرب
مفسر، مسکامی رتھ کے پہیوں میں کچیلے ہوئے کسان
اور اس کے قل کو سہ پہیوں لگایا تھا حوت کی اس طرح
کی موصوعاتی بطمون میں ہندوستان کے گاؤں اور درواز
علاقہ کی حماناں کے توایا مرفوع بھی لگا ہوئے من کھٹ
حاکم ہیں اور ایک اسے من کا احسان دلوں میں
انکڑا میں لیے لگتا ہے وہ انقلابی لب و لہجے میں تنبیات
کی گلابی لہجہ ہے حوت کی تھکن ایک دوسری دس اس
بہیچا دیتی ہے اُن کی بطم "حامس والیان" —
نڈی کا جامد یا — نسک حانقاہ — وغیرہ
اسی انقلابی اور قسائی کیفیت کے امتراح کے دل میں
آتی ہیں جس سطر انداز میں کہا جاسکتا ان بطمون میں
ہمارا سماج جسا حالکا انکڑا میں لیا ہوا سطر آتا ہے۔

حوت کی انقلابی بطون میں یہی کیفیت ملتی ہے جس
ان کی بطنیں دلوں میں لستر کی طرح اتر خاتی ہیں بقول
یرویسر ہنس فوری

حوت کی ناعسانہ عزم میں ڈھلی
بطون میں عزمی ساعری کا حرکہ آہنگ
ملتا ہے لیکن ہندوستانی اصامیات کی رایت
کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے چنانچہ
"پیمانہ محکم" میں جہاں موت سے محاکات
کرتے واپس آئے عاریوں کی قسم کھائی گئی ہے
اس کے رحم آئی تلوار کی ترش سے لکھتے ہیں
وہاں زلم لجمن اور اڑن کو بھی
فراموش نہیں کیا گیا ہے تفاوت — اور
"نعرہ تساب" دونوں میں جلی کی تیری اور
تلوار کی لاث ملتی ہے حوت کے ایچے عصر کی
رُوح کو اس آئے رایت سے پیش کیا ہے کہ
مستقل کی آفت مساب دینے لگتی
ہے۔

حوت ہندوستان کی حق و جہد آزادی کے علم بردار
ہیں وہ آزادی کو ہر حال اور ہر قیمت پر رات کی کوتاہی
کرتے ہیں قوم کو لکھتے ہیں۔ ان کی انقلابی بطن ہند
جہد آزادی کی مختلف سمت و رفتار کا اتار دینے ہیں ان میں
کئی خوب صورت اور دل کش موٹھیں ہیں ان کا احاطہ لہجہ

• اداعی سے مراد۔ اظہارِ خیال و مطالب کے لیے
 ماسک العاط، خصوصاً اندازِ میان اور معرکات و لہجہ
 جس سے کہ نام آسانی سے پہنچ سکے

نعم ایسا انداز خود لون کو گن مائے کسی نام کی رحمت
 کرے اور اسے ناؤر کرے اس میں مفید ہو تا تر کند اکثر کے سامعین
 اور رابطین کو مخصوص عمل پر آمادہ کرے میں مند و معالی
 نام ہو۔

در اصل خطا ت مژگانارک اور وسکلی من ہے یہ صلح
 کی طرف بھی مائل کر سکتی ہے اور آمادہ پیکار بھی کر سکتی ہے
 یہ تاج گل بھی ہے اور مستبصر کے سام بھی خطا ت مژدہ
 قوموں کو سدا رکھنے کا ہر بھی خاستی ہے۔ دیون میں
 قلوبہ اور حوصلہ بھی یکد اکثر فی ہے مضا اور شدائد
 میں تسلی تشریق کا موثر درجہ بھی بنتی ہے صبر و صفا و تحمل
 و استقلال کا درس بھی دیتی ہے اور زبان و تہمتیر سیر و
 تسک اہلاد کا حوصلہ بھی جستی ہے نظام اخلق کو درست
 کرتی ہے اور عطیت و کسیر قوت عمل عطا کرتی ہے۔ ایک
 لشکرِ حق ار وہ کام ہیں کر سکتا جو ایک آجہا حطت ایسے
 خطا ت کے خور سے احکام دے سکتا ہے۔ حوتن کے بھی
 خطا ت اور خطایہ اندازِ میان اسی لیے ایسا یا ہے اور ادب
 اور خطا ت کے قدیم اور اہم رشتوں کو استوار کیا ہے حوتن
 خطا ت سے اچھے موضوع کی پوری تشریح و توضیح بڑی خوبی
 سے اور میرا تر طور پر کر دیتے ہیں عری شاعر ہی کا طرہ ایسا رہے
 ہی عطا یہ لہجہ رفقاہے حورِ جبر خوائی کے دلی میں بار بار آئے

انفلاخ شاعرین کو خطابیہ لہجے کا اثر ماکس کم تر درجہ کی نائٹ کسٹری کی کوئسٹن کی حافی ہے گوکہ اسکا ہنس ہے مگر خطابت بھی ایک فن ہے اور نثر اہم اور مشکل فن ہے یہ کوئی آسان نسخہ نہیں بلکہ بہت ہی دھنی، عمدی، ادبی اور نسائی دھماکت اور رہنمائی کا فن ہے اسکا ہنس کس و ماکس ہیں سرت سکتا ہے۔ علامہ اس وقت کے ایسی معرکہ آرا تصنیف المحطانہ میں اس فن کے مختلف پہلوؤں سے دل چسپ بحث کی ہے اُن کے مطابق

"خطابت اُن فن کو کہے ہیں جس کی مدد سے ایسی نائٹ دوسروں سے موثر ہو سکے۔"

وہیے اُن کے لغوی معنی ہیں وَعظ کہنا یا خطبہ پڑھنا
 "أَعْطَى يَخْطُبُ خُطْبَةً وَحَطَاوُ
 خُطَانَةٌ أَوْ يَعْطِقُ أَوِ الْخُطْبَةُ عَسَلَى
 الْعَامِرِينَ يُقَالُ خَطَبَ الْقَوْمُ فِي الْعَرَمِ"

انگریزی عربی، اُردو اور فارسی وغیرہ میں اس فن سے متعلق بہت ہی تصانیف، مطبوعات، مآخذ، کتابیں ہیں۔ خطابت کے دو اہم فن یہ سادے کئے ہیں۔

(۱) حقایق

(۲) انلائی

حقایق سے ایسے واقعات اور حالات عبارت ہیں جس سے کسی مخصوص عمل یا روش کا ایسا، محاط کے لیے لارہی ہو جائے۔

مسلمانوں کے احسانات کو حکاکے اور للکارنے میں ۔
 مان حرد و براہی تو ہے اسلام کا دیوتا
 بلند ہے کا منقطعاً حاتمہ اہرام کہاں تک
 صدقوں کو آوارہ دیتے ہوئے کہتے ہیں ۔
 ماروئے رُ ماہدائی کے طے میار ہو
 ڈوئے والی ہے کشتی قوم کی ہو تسیار ہو
 اس کے بعد صدقوں اور مسلمانوں دونوں کو مستترکہ طور
 نو مخاطب کر کے بڑی صدق دلی سے کہتے ہیں ۔
 توڑ اس حال کو حکمرانے ہو حرا و برو
 کستہ کشتی نکس سعتہ ریا ر ہد س
 یسٹ یسٹ ہو حیر و س حالیکہ
 مر کے بھی جس غلامی کا حریہ اریہ س

حوت کی شاعری کے کئی رُج اور کئی اُرد و رُج اس انتخاب
 میں یہ مہر طور کو قریس کی گئی ہے کہ اُن کی شاعری کے مختلف جہات
 پر وئے کار آجائیں حوت کی شاعر انقلاب بھی ہیں اور شاعر شکان
 بھی ۔ وہ انقلابی لہجے کو بڑی خوب صورتی اور دل کشی سے ایسی
 بظہور میں یس کمرے میں اور شکات کی کیفیات کو بھی انتہائی
 حد تاں اسد اریہ بطم کے قالب میں ڈھال دیتے ہیں ۔

حوت کی انقلابی شاعری کسی سیاسی تحریک کی دین
 ہیں وہ ان کے قوی اور توانا احسان کی پیدوار ہے ۔ اس
 لیے اس نے کسی سیاسی لیڈر لگاؤ کی کو قریس نہ کی جائے
 یہ خود ان کے شعور کا تسخیر ہے ۔ بعض حلقوں میں حوت کی

اَنرُوکُوْرُفَالِیَا هَتے تھے ایسی جیسے قرآنم ہو کر وہ قوم و ملک کے
 مَکھی افراد کو صلہ ادا دیتے ہیں۔ مَن صَیْر وَاک دہرا آوارہ
 آوارہ دوش کی تمنا کر کھتے ہوئے مُنڈ و تیر لیکر سُر حُلوص پہنچیں
 کہیں مَن تار کاندہ امان کالج (طلار علی گڑھ) کی عیوب کو جمع ہو کر دے میں

مَا لَکَ فِی سَوَامِیَّتِی ۖ تُوْرُ عَیْرِی اِنَا
 مَرَحَا اَصَ تَارِکَ اِنْدَ اَمَلِی کَالِج مَرَحَا
 دِیْرے تونوں کے مُنڈ کھڑے ہو کر دے دیکر
 سِیْنہ لگی ہیں مَن حَسُّ کِ دِھک کِ حَلَسَا
 شَعْلِی رَیْبُ مَن مَن گُرُ مَن تَعْنِی ہِیْن
 لَیَا سَفَا رَے تَاوُنِ کے مَن مَن مَن مَن مَن

کس و روں، صعیہوں اور یا تو انوں کو صلہ ادا دیتے ہیں۔

کام مہمیرا تیر نام مہمیرا تیر نام

میرا مَن اِنْقِلَابُ و اِنْقِلَابُ و اِنْقِلَابُ

عَلَامُوں کو حوصلہ عطا کر کے ہوئے اُن کی عیوب و رحمت
 کو جیل کھڑے ہیں۔

اُدھ مَن کے دِل عَلَامَاں رُوسِیَاہ

حَسَن سے تو مِلادِ حَدا کے لیے نگاہ

رِیْقہ حیات سے گویا ہوئے تو یہ ارتداد اِدھ مَن کس

سَا سے آئے۔

اُدھ مَن بیکرید گی اُن مَن تیر روقی ہو تو

کیوں ہر روقِ اِدھ مَن مَن اِن حَام و سَیْر

کِن لیے اُن تیر ہیں روقی کہ مَن کس مَن

مُتَحَد و تَار مَن حَکَم اَمْر اَمَل و تَار

کامیاب اور عائد ہوئے ہوں جو خُتبِ فاطمہ کی مائدہ سے سمجھ کر
 کے بعد انسان کے دل و دماغ میں تراویح ہو جاتے ہیں تشریف لے کر وہ
 حق العباد میں ماحورِ مباح و مباحوت کے اچھے عقائد کا دھن کی برات
 میں تعمیل سے ملتے ہیں جس سے یہاں پر کئی کئی سالوں سے
 کئی کئی سو برس سے لگا رہا ہے یہی حالات کے انسان کو مر و مرس سے
 تعبیر کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اللہ تر کثرت و برکت و رحم و کرم اور
 عقار و غور ہے اس کی مائے گاہ میں خصوصیت کے ساتھ مر و متحصن
 جس کے صدقہ دل سے ایسے قلم کے دریغے انسانوں کی مسائل دسی و
 دنیاوی میں رہائی کی ہوسٹ سے پہلے بحال کا استحقاق ہے
 حوت کی حیرت ایک ہی قیامت تمام دنیا کے انسانوں کی
 رہائی اور رہائی کے لیے کافی ہے اور اس میں دنیوی حق کی مائے
 مصلحت ہے

دل کی رسم دیں رواں حرام ہے

احسانِ اکثرت میں ترین اسقام ہے

حوتِ خلوص و بیعت کا نیکر ہے وہ ایک کے قرائن دل کے کراہے
 تھے وہ شاعری کی ادایت اور شاعر کے مصنف سے بھی واقف تھے اس
 میں سے شاعری کے اہمیت و کثرت میں کثرت عمل رکھا۔ وہ ایک کے عہد
 میں یا اور کے لوگ انسانوں کی طرح سب اُلت رکھتے تھے اس لیے
 ان کی شاعری میں ہر طبقہ کے لوگوں کے لیے پیام ملتا ہے اور ہر طبقہ
 کے اہم اداں کے مخاطب ہیں وہ قومی میلاد ہی اور قومی شعور کی

حوتی الخاح و ساری کر رہے ہیں اُس کے ہر شعر ایک و طری
 حد نہ اور عینت کے مطہر ہیں۔ حوس کیں سناں سے سر درگستا
 کے حصوں میں ملتی ہیں
 یہاں حد سے سرید پتیں کے دیتا ہوں تاکہ کوئی نگاہوں کو
 رشتہ حاصل ہو سکے۔

حوتی سے آساہ و خور تسمان ہے
 تیری سناں، دھن بشر کالساں ہے

نوع انسان کو دنیا کی فلسفی کے مکہ سیام
 مرد عاری کا کس ہے جلعت عنہ دوا م
 نصت کیں کے گرد کے نقل میں خور و حیا م
 خاتہ ہوا اُس دبیر دھن السانی کا م
 حوالہ کی فکر تھا حواکث میا بیع م
 اُس حکیم کلتہ یروا کا معتد م
 ۱۴ نصت کیں کے گرد کے نقل میں خور و حیا م میں سور
 ر حلی کی ۲۰ وین آت کی طرف اٹھا ہے حسی میں نہ سادہ ناوی
 حورہ مقصورات فی الحیا م

اس احوالی تعارف اور معتد مکہ کے دامن میں اتنی گھٹائیں ہیں
 کہ کلام حوتی سے مرید اُن کی وحدت پرستی اور رسالت سراپاں
 کی تالیف پتیں کر سکاؤں کیا حتی سالین دی گئی ہیں وہ کافی ہیں؟
 اچھا ایک بات اور اس سے لیجیے۔ دُر اصل اسلام میں آیا ب و ح
 اور احادیث صحیحہ کے نہ استسا ط و متحر اح ہوا ہے کہ معرفت

آگے بڑھ کر وہاں ہاں ادا اس میں حوس رحیم الہی کا قصیدہ
 کہ جسے اس طرح بڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ عتاب الہی سے
 فلس پڑتا ہے۔

بلا حوق و نور و کد دود کا لالہ زہر حسیل
 پڑھوں گا رحمت کا وہ قصیدہ کہ فلس بڑے گا عابد
 ذات سرور کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کے
 عقیدت اور مودت اظہار میں الشمس ہے ۔

اے کہ تیرے لالہ سے جل گئی تیرا کادری
 نہایت خوف سے گیا ترہیں سناں آدہی
 خشک غریب کی مرگ سے لہرائی سناں کی
 قلزم ہاں جس میں اُف کے پڑی سادی
 محسوس تو کے متعلیٰ تیرا کدوئی سے گویا
 ڈال دی تو کے بیکرالات و فصل میں تہری
 بیکر محسوس سے کد کے لالہ گراں کفر کے
 تیرے نفس سے نکلے آتے ہی سناں کی
 جتنا کہ تیرے سناں کا عاثر حیا کی حاسنی
 لہلہ ہو کے شکوہ کا لغو ہے تیرے حیا سے
 بیکر و فقر اور کد کے کوئے کفر میں صدرا
 تیرے غلام اور کمرہ میں اہل حیا کی خاکری
 تیری بیکری کی نہ سب سے تری دلیل ہے
 نحتسا گدا کے سناں کو تو کے شکوہ و قہر

یہ نظم محصور و کد کا کائنات ۲۱ اسعار پر مشتمل ہے صرف
 جملہ اسعار سرخی البعا کی حاتی ہے۔ اس میں عجیب و الہانہ ہیں اور

تَحْصُ سُوْرَةُ رَحْمٰنٍ كِي تَلَاوَتْ فَقِيْلَ لِيْهِ اَلَا اَرَيْتَ مَا رَوٰى رُوْحِيْ كَرِيْمًا
 سَا اَسْأَلُكَ بِرُوْحِيْ لِكِرَامِ اَحْوٰقِ كِي رَا كَيْفَ حَقِيْقَتِ بَحْرِ كِي جِهْرَةً مُّتَرَجِّحًا
 حَسْمَ مِنْ رُوْحِيْ سُدَّ اَهْوَاكِيْ عِيَالِكَ مِهْمَ كِهَا
 اَلَا كَدَّ اَكِي رُوْمَانُ يَدِيْ فِي قُرْآنِ
 ذُوْا كَلَامًا كِرِيْمًا كِي يَاقُوْبُ
 كُلُّ حُوْدُودِهِمْ تَعَتَّ شَا هِي تَهَا
 اَحْمَدُ وَكَاسَمُهُ كَدَّ اَحْيَ
 يَدِ تَبِيْعُ اُنْ كِي مَدَّ يَدَا اِهْوَا فِي تَقِيْ اَوْنِ اَنَّهُ لَوْ فِي اَسْرِ
 مُنَاقَشَ فِي تَقِيْ دِيْمُوكِ كَيْفِيَّتِ رُوْحِيْ تَزِيْ مُتَكَلِّفِ فِي سَبِيْحِ
 عَوْنِ مَرْمَا فِيْ اَيْكُ مُلْجِدُ اَلَا كَامِ اَلَا دَهْرِيَّةُ نَهْ قَطْعُهُ
 كِهَا فِي اَوْرُ كِتْسَا مُتَا تَرُو كَرُ كِهَا فِي
 يَدِ قَطْعُهُ اَوْرُ اِنْ كَا مُنَا بِرُوْلِ نِيْنِ فِي اِنْ رُوْحِيْ دُوْ بِهَرُوْسِ
 مَوْلَا نَاعِدُ اَللّٰهُ عَمَلِيْ كُوْسَا يَا تُوْمَوْلَا اَمْدُ يَدُهُ هُوْ كَرُ اَوْرُ دِيْمُوكِ
 حَوْتِ كُوْدُ عَالَمِ دِيْمُ رُوْحِيْ
 آدِيْمِ حَوْتِ كِي دَلِ كِي كِبَرِ اَسُوْنِ مِنْ اَلْوَهْبِ كَا دُطِيْرِيْ
 حَدَّ نَهْ دِيْمُوكِيْ اَوْرُ اَصَابَ فِي مَصْلَحَةِ كَحِيْمِ
 اَلَا عَمْرُ فِي اَكَا رِيْمَا اِلَ فِي دِمَاغِ
 اَوْرُ دَلِ فِي كَدِ اَقْرَارِ كِي حَا تَا فِي
 اَللّٰهُ كُوْتُبَا رُوْمَانُ فِي دَالُو
 اَللّٰهُ تُوْرُ حَمْدُ كِي سُوَا كَلَامِ هِي

کو تیرے کی گئی کہ حق کو مل جائے اور کافر نامت کر دے گا اور تو اب
 نئی بات ہو گئی اور گویا بیسی حد ایک نرا کار نامہ ماعب محاسب
 کا حالانکہ کلام خوش کے آئینے میں وہ توحید نرسا اور غار رسالت
 نظر آ رہے ہیں وہ مشتبہ حد اویسی میں بھی یمن رکھتے ہیں۔
 تم بے چارے اے قادیانے رہا نہ رہا میں
 کما دحل رہے مشتبہ یروں دگسٹ میں

یا

جو منتہر میں ہے وہاں کے رہے گا لے خوش
 آپ کوں دل کو بریتاں کیے بیٹھے ہیں

ان اشعار کے کیا عین کے عینہ کو سنا تھا بہن حاسکنا وہ
 مسئلہ خبر و قدر اور قصا و قدس الہی میں یقین رکھتے ہیں اس
 بات میں تہلکین کا ملی کامیاں نری اہمیت کا حامل ہے وہ لکھتے ہیں
 بعض باتیں دنیا میں عجیب و غریب دیکھے میں آتی ہیں۔

وحید الدین سلیم اور عبد الحی نا خود سکھ ملحد اور مکمل
 دھرمیہ ہو کر مولوی اور مولا لا اور منتہر میں ہے رہے اور
 لوگ ان کو مل ہی اور مسلمان سمجھ کر توجہ نہ دے بلکہ ان تک
 جو جے ہیں اور مینار فتح یو رہی اور خوش ملیح آمادی نا خود مسلمان
 اور بچے مسلمان ہو کر ملحد اور دھرمیہ کہلاتے رہے اور ان
 بھی کہلاتے ہیں من جوں کہ ان کا رہنے سے واقف ہو بلکہ بہت
 زیادہ واقف ہوں ان کے حیرانہ ہوں کہ یہ کیا لڑا لہی ہے۔

ایک روز صبح صبح میں حق کے گہر پہنچا حق صبح کے
 جہل قدمی کر کے اسی وقت والیں ہوئے تھے ہم دونوں بیٹھے ہوئے
 تھے حق ماتہ کر رہے تھے اور میں خارے پی رہا تھا امکا اندھا

یہ لوگوں کو بیس نظر نہ کہہ کے تحت کی حارثے اور ان کی
تحصیت اس میں محصور کر دی جائے تو علطیان ڈیرے
ڈال دیں گی، نا اگر ان کی رہائی کی عمر سنوں اور کوتاہیوں کو
ہی ڈھونڈ ڈھونڈ کر بیس کیا جائے گا تو بھی صحیح مطالعہ نہیں
ہیں ہو سکے گا۔ اس لیے نہ ضروری ہے کہ بالغ بطر حصہ اب
انصاف سے کام لے کر حوت کی رہائی کے سبب سے پہلوؤں کو کھلے
دھند و دماغ سے خارج کرے اور نہ کھلے کی کویتس کرے کیونکہ رہائی
کے مطالعے اور تحقیق کی ترکیب کے لیے کوئی میکا کوئی عمل نہیں
ہو سکا اس کے لیے بطری اور نہ حدائق نقاصوں کو بھی مدی بطر
نہ کہ ضروری ہے اور حوت کی شخصیت و بطری و حدائق نقاصوں
کی جیسے حوالہ گاہ ہے۔

متاع ادب اور اس کا ہر کے اعمال اطوار، حرکات و سکنات
بطریات اور شخصیات و عادات میں اس سے مادہ ہے دو جہان
مورخ رہتے ہیں حوت کی شخصیت کی تعمیر میں بھی اس طرح کے
لش میں اس کی بہت سی مثالیں ملیں یہ بھی سچ ہے کہ حوت
کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں حارثی داخلی شعوری غیر شعوری
سکائی اور مادی عمل اور نہ عمل کے مڑے کا در و بامائے
ہوئے ملتے ہیں حوت کی تفصیل اس مختصر مقدمہ میں پیش
کر کے کی گئیں ہیں اس میں کچھ تفصیل اقم الشطور اپنی
تصیف متاع آخر الزمان — حوت ملکہ آبادی مظلومہ
مسلک میں پیت کر چکا ہے۔

ماں اداہر ایک طبقہ اور خاص طور سے اسلام کے شہداء اور
وہ حوت کے کس والحاد پر پڑا رہا دیکھا اور ان بات کی عکس پر



مقدمہ

اس جیسے انکار نہیں کہہ خوش ملیج آبادی کی جمعیت
 بڑی متاثرہ رہی ہے لیکن معلوم نہیں وہ کیسے لوگ تھے
 حوالہ مکرل جاتے تھے کہ خوش انسان تھے فرستہ ہیں۔ اُن
 میں جہان کم رہا، بیاں تھیں وہاں لندیاں بھی تھیں مگر صرف کمر بچا
 کو اُٹا کر کُڑیا اور خاتہ آفری کرنا کسی طرح بھی مناسب
 نہیں دُر اہل انسانی زندگی کا مطالعہ نرادل کس ہوتا ہے حامی
 طوں سے کسی دس کا، شاعر اور ادیب کی زندگی کا اُن کے
 زندگیوں میں مختلف حانوں میں تقسیم ہوتے ہیں اس لیے
 اُن کی حواس کو صرف تعصب کی عینک لگا کر اور اُن کی حواس
 سے دیکھنا گمراہ کن ہوگا۔ اُن کی حیات کے مختلف
 رویوں کو سمجھنا اور نہ صرف دیکھنا ہی ہے

خوش رہے جاگیر دارانہ نظام میں انکھیں کھولیں
 وہ انسانی تسلسلے کے لحاظ سے اُن کی زندگی کے اُن

ساری مجموعے

۱۹۲۱ء	تر میں مختصر اقوال کا مجموعہ	مقالا تہ ترس
۱۹۲۱ء	تر و نظم میں صبح کے تعلق حمد و شاعرانہ اقوال	اُور اُتی سحر
۱۹۲۲ء	تر کے مضامین حور سالہ کلمہ دہلی میں سائے ہوئے تھے	انتسارات
۱۹۲۳ء	حود کو شب	یادوں کی مُرات

تَرْکِ وَطَنُ

۱۹۵۵ء	ماکسٹن مس پیام
۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰	وفات

۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

ادارت

۱۹۳۹ء	۱۹۳۵ء	مدیر اہرامہ کلیم دہلی
۱۹۴۱ء	۱۹۳۷ء	مدیر اعلیٰ اہرامہ سیارہ اوند کلیم لکھنؤ
سات برس تک	عزیر لکھنؤ	مدیر محسن

جوس کی مطوعہ تصانیف

۱۹۳۲ء دہلی	یہلا مجموعہ نظم و نثر
۱۹۳۳ء دہلی	شاعری کی تراشیں۔ ررات کے شعلی جید نظمیں کا مجموعہ
۱۹۳۶ء دہلی	متعلہ و ششم۔ نظمیں اور سر لوں کا مجموعہ
۱۹۳۶ء دہلی	نقش و نگار۔ نظمیں کا مجموعہ
۱۹۳۶ء دہلی	فکر و نشاط۔ نظمیں کا مجموعہ
۱۹۳۶ء دہلی	خسوی و حکمت۔ رماہیوں کا مجموعہ
۱۹۳۸ء دہلی	حرف و حکایت۔ نظمیں کا مجموعہ
۱۹۴۱ء دہلی	آیام و بعات۔ نظمیں کا مجموعہ
۱۹۴۲ء ممبئی	عراس و حرات۔ نظمیں کا مجموعہ
۱۹۴۵ء ممبئی	تراشت و سرائگ۔ نظمیں کا مجموعہ
۱۹۴۶ء ممبئی	سمل و سلاسل۔ نظمیں کا مجموعہ
۱۹۴۶ء لاہور و ممبئی	بہا و مشور۔ (خود نوشتہ کا کیا ہوا نظمیں کا انتخاب)
۱۹۵۳ء	سرد و حرات۔ نظمیں کا مجموعہ
۱۹۵۴ء	مہموم و صفا۔ نظمیں کا مجموعہ
۱۹۵۶ء کراچی	طلوع و فکر۔ مقدس مقصد
	حوتی کے مرضیہ۔ مترجم میر اختر نقوی کراچی

انگریزی ————— ماسٹر گوشتی بر سادیلیج آبادی

اسکول اور کالج

سیتا پور اسکول ————— حسین آباد ہائی اسکول ————— حویلی ہائی اسکول —————

————— ہیتل ہائی اسکول ————— اور ————— جرج ٹیٹ ہائی اسکول (لکھنؤ)

ایم اے او کالج علی گڑھ ۱۹۱۳ء
سیٹ پیٹرس کالج آگرہ ۱۹۱۴ء سید کیمبرج
شانی کیتھ ۱۹۱۸ء بمبایہ تک تمام کیا

سادی سوی نیچے

کالج ————— ۱۹۱۶ء
مرحمتی ————— ۱۹۱۶ء
سیوی ————— اشرف جہاں بیگم
لڑکی ————— سعیدہ حاتون
لڑکا ————— ستاد حیدر

مذاہمت

دارالترجمہ حیدر آباد - دکن ۱۹۲۵ء
ماہر ادب کے عہدے سے علیحدگی ۱۹۳۴ء
مدیر آج کل دہلی ۱۹۳۸ء ۱۹۵۵ء
مستشرقین، مدیر نعت، مدیر رسالہ "اردو نامہ"
ترقی اردو بورڈ ۱۹۵۵ء سکول



جوشِ ایک نظر میں

شیر احمد خان	حامد الی مام
شیر حسن خان	شیر یلی مام
پیل شیر احمد کو خوش	تحلی
۱۸۹۹ء	ماریم و سید الٹ
لیج آاد (نکھو)	ستام
آفریدی علی حیل	حامدان
نواب شیر احمد خان شیر	والد
نواب محمد احمد خان احمد	دادا
حسام الدوار بہتر جنگ نواب فقیر محمد خان گویا	پیر دادا
محمد ملہ خان	سگڑ دادا

ابتدائی تعلیم

مرزا محمد امجدی اسلام	عن علی
مولانا قدرت اللہ بیگ ملیج آبادی	ماریم اور اودو
مولوی سیار علی خان ملیج آبادی	
مولانا طاہر	

-

اندرون صفحات

حوسن ایک بطری ۷

مقدمہ ۱۱

۶۲	تا	۲۵	_____	اسگار کے
۸۶	تا	۶۳	_____	تکسم
۱۲۴	تا	۸۷	_____	نور و ادکار
۱۳۲	تا	۱۲۵	_____	حادثات
۱۳۹	تا	۱۳۳	_____	زنگ و کھٹ
۱۶۶	تا	۱۴۱	_____	زبانیات
۲۷	تا	۱۶۷	_____	اسکار یادہ

۱۹۸۹ء

قیمت — ساٹھ روپے 60/-

سرورق رزاق ارسہ

طاعت — اے وں آفسیٹ پرنٹر۔ نئی دہلی

رہبرِ اہتمام
پیمن گوپال مت

MAKTABA JADID

9/10, GROUND FLOOR, GOLA MARKET,
BEHIND GOLCHA CINEMA NEW DELHI-110002

انتخابِ کلیاتِ جوش

حوتی ملاح آبادی کے تمام معجزوں کا انتخاب

ترتیبِ اتماء
ڈاکٹر فضل امام

مکتبہ جدید



INTIKHAB KULLIYAT-E-JOSH, ED BY DR FAZLE IMAM 70/

انتخاب کليات جوش

ترتيب امتحان ذالك فيصل امام

इन्तखात कालियात जौश

By

कफल इमाम

No 20

مرتب ملحق آادی کہ تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ مجموعہ ما فی کلام سے اسکا

